تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

09

www.tanzeem.org

20 تا 26 جمادی الاخریٰ 1440ھ / 26 فروری تا 4 مارچ 2019ء

فضیلتِ صبر

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ ؕ﴾ ''اے اہل ایمان! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔'' عربی زبان میں صبر دراصل کہتے ہیں: اپنے آپ کو روکے رکھنا، تھامے رکھنا، حالات سے متاثر نہ ہونا، اونچ نیچ سے زیادہ تاثر نہ لینا، نہ تکلیف سے بددل ہونا اور نہ ہی اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بوچھاڑ ہو جائے تو اس سے متاثر ہونا۔ یعنی جماؤ، ٹھہراؤ، دوام، تسلسل اور استقلال کی کیفیت کے لیے درحقیقت لفظ صبر کا استعمال ہوتا ہے۔ فرمایا: ''اے اہل ایمان! مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے۔'' اور آپ اندازہ کیجئے نماز تو دین کا ستون ہے۔ ((اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیۡنِ)) مگر اس کا ذکر بھی بعد میں ہے، صبر کا پہلے ہے۔ اگر اپنی طبیعت کے اندر یہ ٹھہراؤ اور جماؤ نہ ہو تو گویا نماز بھی اس درجے مفید نہیں ہوگی۔ اس کی برکات کے ظہور کے لیے شرطِ اوّل صبر ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۳﴾﴾ ''یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' انہیں اللہ کی معیت حاصل ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

اداریہ
پلوامہ حملہ......؟

ایمانیات ثلاثہ کی حقیقت

مطالعۂ کلام اقبال (108)

اسلامی تنظیم میں سمع وطاعت کے تقاضے

اقامتِ دین کی جدوجہد فرض عین ہے!

اللہ کی برہان

الہدیٰ (842)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کی قبولیت اور حضرت اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکرِ خیر

سُورۃُ الْاَنْبِیَاء — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیات 84 تا 86

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً
مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝٨٤ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ
مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝٨٥ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٨٦

آیت ۸۴ ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ﴾ ’’تو ہم نے اُس کی دعا قبول کی اور اُس کو جو تکلیف تھی اسے دور کر دیا‘‘

آپؑ ایک ایسی بیماری میں مبتلا تھے جس سے آپؑ کی جلد میں تعفن پیدا ہو جاتا تھا۔ زخموں اور پھوڑوں سے بدبو آتی تھی جس کی وجہ سے آپؑ کے اہل خانہ تک آپؑ کو چھوڑ گئے تھے۔

﴿وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ﴾ ’’اور ہم نے اسے عطا کیے اُس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی۔‘‘

یعنی آپؑ کے اہل خانہ بھی آپؑ کے پاس واپس آ گئے اور آپؑ کو اتنی ہی مزید اولاد بھی عطا فرمائی۔

﴿رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝٨٤﴾ ’’اپنی طرف سے خاص رحمت کے طور پر اور تاکہ نصیحت (یاددہانی) ہو عبادت کرنے والوں کے لیے۔‘‘

آیت ۸۵ ﴿وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝٨٥﴾ ’’اور (اسی طرح) اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ (پر بھی ہم نے فضل کیا)۔ وہ سب صابرین میں سے تھے۔‘‘

حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر سورۂ مریم کی آیت ۵۶ کے ضمن میں بھی آ چکا ہے کہ آپؑ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اور حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے مبعوث ہوئے تھے۔ ان سے قبل حضرت شیث علیہ السلام کی بعثت بھی ہو چکی تھی۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے بارے میں کہیں سے کوئی معلومات دستیاب نہیں ہیں کہ آپؑ کب اور کس علاقے میں مبعوث ہوئے۔ احادیث میں بھی آپؑ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ذوالکفل کی نسبت میں اختلاف ہے کہ نبی تھے جیسا کہ انبیاء کے ذیل میں تذکرہ فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے یا محض ایک مردِ صالح تھے۔

آیت ۸۶ ﴿وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٨٦﴾ ’’اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔ یقیناً وہ سب صالحین میں سے تھے۔‘‘

فرمان نبویؐ

احکام الٰہی پر عمل

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّكُمْ فِیْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِهٖ هَلَكَ، ثُمَّ يَاْتِیْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِهٖ نَجَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرامؓ سے) فرمایا: ’’تم اِس وقت ایسے زمانے میں ہو کہ جو کوئی اِس زمانے میں احکام الٰہی کے (بڑے حصہ پر عمل کرے، صرف) دسویں حصہ پر عمل ترک کر دے تو وہ ہلاک ہو جائے گا (اس کی خیریت نہیں) اور بعد میں ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ جو کوئی اُس زمانہ میں احکام الٰہی کے صرف دسویں حصہ پر عمل کر لے تو وہ بھی نجات کا مستحق ہوگا۔‘‘

تشریح: اس حدیث سے عہدِ رسالت اور مابعد کے فرق کا پتہ چلتا ہے، عہدِ نبوی (ﷺ) میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا چرچا اتنی شدت اور کثرت کے ساتھ تھا کہ ذرا سی لغزش بھی ہلاکت و تباہی کا باعث بن سکتی تھی لیکن زمانہ آخر میں جب مسلمان امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے میں غفلت کا شکار ہو جائیں گے تو اس وقت اتنا فرق ہو جائے گا کہ اگر کوئی آدمی احکام کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرے تو یہ اس کی نجات کے لیے کافی ہوگا۔

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پلوامہ حملہ......؟

پلوامہ میں بھارتی فوج کے قافلے پر حملہ میں پچاس کے قریب بھارتی فوجی ہلاک ہو گئے اور بہت سے فوجی زخمی ہو گئے۔ حادثے کے فوراً بعد بھارت نے بغیر کسی تحقیق اور تفتیش کے پاکستان پر الزام لگا دیا۔ بھارتی میڈیا نے پاکستان کے خلاف وہ طوفانِ بدتمیزی برپا کیا جس کا تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے جواب دینا بہت مشکل ہے۔ لہٰذا احسن عمل یہ ہے کہ ترکی بہ ترکی جواب دینے کی بجائے خاموشی اختیار کی جائے۔ البتہ چند سوال پوچھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ آج جب تمام پہاڑی راستے برف سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ سرحد پر خاردار تار لگا دیے گئے ہیں۔ پھر یہ کہ بھارت کی آٹھ لاکھ فوج کے سپاہی چپے چپے پر کھڑے ہیں۔ خفیہ ایجنسیوں کے نمائندے سفید کپڑوں میں کتوں کی طرح جگہ جگہ سونگھتے پھر رہے ہیں ہر چوک پر ناکا لگا ہے 300 سے 350 کلو بارود سے بھری ہوئی ایک گاڑی پاکستانی سرحد سے ڈیڑھ سو کلومیٹر اندر داخل ہو کر دھماکا کرنے میں کیسے کامیاب ہو گئی۔ جھوٹ بولنے والے اگر عقل سے مکمل طور پر ناتا توڑ لیں گے تو پھر ایسے ہی احمقانہ الزامات لگائے جائیں گے۔

اہم ترین سوال یہ ہے کہ اِس خودکش دھماکے کا پاکستان کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے، جب وہ امریکہ کی خواہش پر افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانے کی وجہ سے دنیا بھر کی نظروں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ بھارت محسوس کر رہا ہے کہ وہ پاکستان کو تنہا کرنے کی کوشش میں خود تنہا ہو گیا ہے۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، چین، ترکی اور دوسرے بہت سے ممالک پاکستان میں بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کرنے کے لیے پر تول رہے ہیں۔ پاکستان کسی ایسی کارروائی میں کیوں ملوث ہوگا؟ پاکستان کا ملوث ہونا یکسر مسترد ہونے کے بعد بہرحال اس بات کی چھان بین تو کرنا ہوگی کہ اس واقعہ کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیریوں پر بدترین ظلم وتشدد ہو رہا ہے اور وہ ریاستی دہشت گردی کا شکار ہو رہے ہیں، نوجوانوں کو قتل کیا جا رہا ہے، اُنھیں اغوا کر کے ٹارچر سیلز میں ان سے انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے، پیلٹ گن سے جوان اور بوڑھے ہی نہیں بچوں اور خواتین کو بھی اندھا کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ایک امکان ہے کہ کسی کشمیری نے جان پر کھیل کر ان مظالم کا بدلہ چکانے کی کوشش کی ہو۔ اِس بات کا بھی امکان ہے کہ بھارت نے خود یہ وحشیانہ حرکت کی ہو۔ ایک اطلاع کے مطابق قافلہ دلت اہلکاروں پر مشتمل تھا جن سے اعلیٰ ذات کے ہندو انتہائی نفرت کرتے ہیں۔ قوی امکان ہے کہ بھارت نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ دلت جو ایک بڑی تعداد میں بھارت میں رہتے ہیں اور مودی کے امتیازی سلوک کی وجہ سے اس سے شاکی ہیں وہ اس واقعہ کی وجہ سے مودی کی پاکستان دشمن تحریک میں شامل ہو جائیں گے اور تو اور حملہ میں ملوث ماسٹر مائنڈ کی جو تصویر اور ویڈیو بھارتی میڈیا کئی دنوں سے دکھا

ہفت روزہ　لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

20 تا 26 جمادی الاخریٰ 1440ھ　جلد 28
26 فروری تا 4 مارچ 2019ء　شمارہ 09

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

رہا ہے وہ بھی جعلی ثابت ہوگئی ہے۔ پھر یہ کہ پاکستان کو جو افغان امریکہ مذاکرات کی وجہ سے اہمیت حاصل ہوگئی ہے پاکستان کو امریکہ اور یورپ میں بدنام کر کے اُس کی پوزیشن ڈاؤن کی جائے اِس وجہ سے افغانستان کے حوالے سے ہونے والے مذاکرات بھی متاثر ہوں گے امریکہ کے افغانستان سے نکلنے اور افغان طالبان جو بھارت کے سخت مخالف ہیں اُن کو اقتدار ملنے کے امکانات بھی کم ہو جائیں گے۔

علاوہ ازیں اِس دھماکے کی ٹائمنگ پر غور کریں یہ وہ وقت تھا جب پاکستان کے گرے لسٹ میں رہنے یا نکلنے کے لیے F.A.T.F سے پیرس میں پاکستانی وفد کے مذاکرات ہو رہے تھے۔ سعودی عرب کے کراؤن پرنس (جو اِس وقت سعودی عرب کے حقیقی اور عملی لحاظ سے حکمران ہیں) محمد بن سلمان پاکستان کا دورہ کر رہے تھے اور وہ پاکستان میں بہت بڑی سرمایہ کاری کرنے والے تھے۔ عالمی عدالت میں کلبھوشن یادیو کا مقدمہ اُسی روز پیش ہوا تھا۔ اُس میں پاکستان نے ثابت کرنا تھا کہ بھارت نے پاکستان میں دہشت گردی کے لیے جاسوس بھیجا ہے اس بات کا اعتراف خود کلبھوشن یادیو نے ایک ویڈیو ریکارڈنگ میں کیا تھا کہ وہ پاکستان میں کئی جگہوں پر دہشت گردی کا ارتکاب کر چکا ہے جس میں سینکڑوں معصوم پاکستانی شہید ہوئے۔ اس سے پہلے اقوامِ متحدہ کی انسانی حقوق کی عالمی کمیٹی نے پہلی بار کشمیر میں ہونے والے مظالم کا ذکر کیا تھا جنہیں بیان کرتا ہوا کمیٹی کا ایک ممبر زار و قطار رو دیا۔ ان ہی دنوں لندن میں کشمیر کانفرنس کے انعقاد اور زخم خوردہ کشمیریوں کی تصویری نمائش سے بھارت بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔ پھر یہ کہ یہ سب کچھ الیکشن سٹنٹ بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس بوکھلاہٹ سے بھارت اِس قدر حواس باختہ ہوا کہ اپنے ہی فوجیوں کو مار ڈالا۔

اب پاکستان کو جنگ کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مودی انا پرستی میں اور اقتدار کی اندھی خواہش میں دو ایٹمی ممالک کو تباہ کن جنگ میں دھکیلتا ہے یا اب کے مار کے دیکھ کہہ کر پرانی تنخواہ پر کام کرتا ہے۔

اس صورتِ حال کو ایک اور زاویہ سے بھی دیکھنا چاہیے وہ یوں کہ افغان مسئلہ کا حل اور امریکہ کا افغانستان سے فوج نکال کر جنگ بند کر دینا اسرائیل کو بحیثیت ریاست اور امریکہ کی وار انڈسٹری کے مالک یہودیوں کو کسی صورت قبول نہیں۔ اس وقت دنیا میں یہی ایک بڑی جنگ ہو رہی ہے یہ بھی بند ہو گئی تو یہودیوں کی وار انڈسٹری بیٹھ جائے گی۔ علاوہ ازیں اسرائیل اس خطے میں جنگ کی آڑ میں اپنے پاؤں مزید پھیلا سکتا ہے اور گریٹر اسرائیل کے قیام کی طرف بڑھنا چاہے گا۔ یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ چند دن پہلے ایران میں ایک بم دھماکے سے بہت سے پاسداران انقلاب ہلاک ہو گئے۔ عین ممکن ہے یہ دھماکے دنیا کو ایک بڑی جنگ کی طرف دھکیلنے کی کوشش ہو۔ اسرائیل اِس آڑ میں بیت المقدس میں قبۃ الصخرہ کو شہید کر کے تھرڈ ٹمپل تعمیر کرنے کی بھی جسارت کر سکتا ہے۔ ماضی قریب کی تاریخ کا جائزہ لیں اسرائیل نے دنیا میں ہونے والے ہر سانحہ کا کسی نہ کسی انداز میں فائدہ اُٹھایا یا فلسطینیوں پر ظلم و ستم بڑھایا یا کسی اسلامی ملک پر بمباری کر کے اپنے اہداف کو نشانہ بنایا۔ عراق اور ایران کی جنگ میں اس نے عراق کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ کر کے اُنہیں تباہ کر دیا تھا۔

بہر حال یہ سب امکانات ہیں، ہم کسی خاص شخص، ادارے یا ملک پر انگلی نہیں رکھ سکتے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ کیا کشمیر بھارت کے ظالمانہ، جابرانہ اور غاصبانہ قبضہ سے آزاد ہو سکے گا یا نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ زمینی حقائق کے مطابق کشمیریوں کو بھارت سے خود ہی آزادی حاصل کرنا ہو گی۔ بذریعہ طاقت باہر سے اُن کی مدد کرنا بہت دشوار ہو چکا ہے۔ کشمیریوں کی تحریک اِس وقت صحیح رُخ اور سمت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ وزیر اعظم عمران خان کا اِس واقعہ کے حوالے سے قوم سے خطاب بڑا معتدل اور متوازن تھا۔ مذاکرات کی دعوت اور دندانِ شکن جواب دینے کا عزم بھی قابل ستائش ہے۔ البتہ مذاکرات کی بار بار رٹ کمزوری کی نشاندہی کرتی ہے، اس سے گریز کرنا چاہیے۔ ہمارے حکمرانوں کو بات کرتے ہوئے ہندو کی ذہنیت اور خاص طور پر مودی جیسے کم ظرف انسان کی گھٹیا سوچ کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

بہر حال پاکستان کو اُن کی اخلاقی اور سفارتی مدد کرنا ہو گی۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر ممالک میں پاکستانی سفارت خانے کشمیریوں کا مقدمہ دنیا کے سامنے صحیح طور پر پیش نہیں کر رہے۔ وزارتِ خارجہ میں ایک کشمیر ڈیسک ہونا چاہیے جو اپنے سفارت خانوں کو تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ رکھے اور بھارت کے بدنما چہرے کو دنیا کے سامنے بے نقاب کرے۔ کشمیر کمیٹی مسئلہ کشمیر کو اُجاگر کرنے میں بُری طرح ناکام رہی اِس کمیٹی کو متحرک کیا جائے اور اس کا چیئرمین ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو مسئلے کے تمام پہلوؤں سے بخوبی واقف ہو اور اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے شب و روز محنت کرے۔

آخری اور حتمی بات یہ کہ کشمیری پاکستان سے جو لا الٰہ الا اللہ کا رشتہ استوار کر کے اپنی تحریک کو آگے بڑھا رہے ہیں پاکستان بھی اسی کلمہ طیبہ کو عملی طور پر نافذ کر کے اِس رشتہ کو مضبوط اور مستحکم کرے، ایسی صورت میں بھارت کی پوری فوج بھی کشمیریوں کی تحریک آزادی کو دبا نہیں سکے گی۔ ان شاء اللہ

ایمانیاتِ ثلاثہ کی حقیقت

(سورۃ التغابن کے پہلے رکوع کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 22 فروری 2019ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین: منتخب نصاب کے مطالعہ کے سلسلے میں آج ان شاء اللہ ہم سورۃ التغابن کا مطالعہ کریں گے۔ سورۃ التغابن ایمان کے موضوع پر نہایت جامع سورت ہے اور ایمان انسان کی حقیقی کامیابی کے لیے اولین شرط ہے۔ جیسا کہ ہم منتخب نصاب کے آغاز میں سورۃ العصر میں پڑھ آئے ہیں کہ اُخروی خسارے سے بچنے کے لیے یعنی حقیقی کامیابی کے لیے چار شرائط کو پورا کرنا لازمی ہے:

﴿وَالْعَصْرِ ① اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ② اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③﴾ ''زمانے کی قسم ہے۔ یقیناً انسان خسارے میں ہے۔ سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

سورۃ العصر قرآن مجید کا خلاصہ ہے جس میں حقیقی کامیابی کی چار شرائط بیان ہوئی ہیں۔ لیکن ان شرائط کی تفصیل پورے قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان میں سے پہلی شرط یعنی ایمان کے موضوع پر قرآن مجید کی جامع ترین سورت التغابن ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایمان حقیقت میں کیا ہے؟ کس کس پر ایمان لانا ہے؟ ایمان لانے کی نشانی کیا ہے؟ ورنہ آج تو ہر شخص ایماندار ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ لہٰذا اگر واقعی کسی کا ایمان سچا ہے تو اس کی زندگی پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ اس کے اعمال میں کیا تبدیلیاں آئیں گی؟ ان سب چیزوں کے حوالے سے سورۃ التغابن میں جامع راہنمائی دی گئی ہے۔

بنیادی طور پر ایمان کا اصل مفہوم ہے کسی کی بات پر یقین کرنا، اعتماد کرنا اور ماننا۔ قرآن مجید میں تین بنیادی ایمانیات کا ذکر ہے یعنی ایک اللہ پر ایمان، آخرت پر ایمان اور رسولوں پر ایمان۔ ان تینوں ایمانیات کا ذکر سورۃ التغابن میں موجود ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ ان تینوں ایمانیات کی حقیقت کیا ہے؟

ہم صاحب ایمان اس شخص کو کہیں گے جو یہ بات مانے کہ یہ کائنات اتفاقی طور پر ظہور میں نہیں آئی بلکہ اس کا ایک خالق و مالک ہے۔ جس کی صناعی اور قدرت کے مظاہر جا بجا بکھرے ہوئے ہیں، وہ ایک نہایت علیم اور حکیم ہستی ہے۔ یہ کائنات اسی کی تخلیق ہے اور اس نے ایک مقصد کے تحت انسان کو پیدا کیا ہے۔ بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ ایک شعر کے حوالے سے بتایا کرتے تھے کہ:

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی
ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

مرتب: ابو ابراہیم

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو عام طور پر وہ اپنی حقیقت سے بے خبر ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایک ایسی شخص جیسی ہوتی ہے جو ٹرین میں سفر کر رہا ہو اور اچانک کوئی حادثہ ہو یا کوئی چیز اس کے سر پر گر جائے اور اس کی یاداشت چلی جائے تو اب اسے کچھ پتا نہیں ہوگا کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟ کیوں جا رہا ہے؟ اسی طرح جو شخص اللہ کو نہ مانے تو اس کی کیفیت بھی یہی ہوگی کہ جیسے یاداشت غائب ہوگئی ہو اور اسے کچھ بھی پتا نہیں چل رہا ہے کہ میں دنیا میں کیوں آیا ہوں؟ کہاں سے چلا ہوں، کہاں میں نے جانا ہے، دنیا میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کئی لوگ ہوتے ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں اور حقیقت کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی کی ایک مثال تھی کہ گوتم بدھ حق کی تلاش میں سب چھوڑ کر چلا گیا تھا، حالانکہ وہ شہزادہ تھا، اس کے پاس کیا کچھ نہیں تھا۔ لیکن زندگی کی اصل حقیقت کیا ہے اس کا پتا نہیں لگ رہا تھا۔ موت کے بعد کیا ہونا ہے؟ میں کہاں سے آیا ہوں؟ ویسے تو عالم خلق میں آنے کا ذریعہ والدین بنے ہیں لیکن کیا یہ سلسلہ از خود چل رہا ہے۔ یہ بنیادی سوالات ہیں جن کا جواب ایمان باللہ میں پوشیدہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے انبیاء اور رسول بھیجتا رہا، ان پر وحی آتی رہی اور ان کے ذریعے انسانوں کو اصل راہنمائی ملی کہ ہم کہاں سے آئے ہیں؟ دنیا کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اس کے بعد ہمیں کہاں جانا ہے؟ ہماری منزل کیا ہے؟

آج کے انسان نے اپنے آپ کو شعوری طور پر ان سوالات سے الگ کر لیا ہے۔ سوچ یہ بن گئی ہے کہ ان چکروں میں پڑو ہی نہیں بلکہ جو زندگی کے اوقات ہیں ان کو انجوائے فل بناؤ۔ کامیابی اسی کا نام ہے۔ آگے کی سوچو ہی نہیں، موت کا ذکر آئے تو موضوع کو فوراً بدل دو۔ آج ساری دنیا اسی رخ پر چل رہی ہے۔ اسی لیے تو قرآن میں کہا گیا کہ:

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ②﴾ ''یقیناً انسان خسارے میں ہے۔''

یعنی انسانوں کی بہت بڑی اکثریت دنیا کے اس امتحان میں ناکام ہوگی اور جب ناکام ہوگی تو پھر جو انجام ہے الامان والحفیظ، وہ سب سے بڑا خسارا ہے۔ چنانچہ اسی بات سے آگاہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو بھیجا۔ کتاب نازل کی جس کا فائنل ایڈیشن قرآن مجید ہے جو لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ:

''(وہ اللہ کہ) جس نے بنائے سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر۔ تم نہیں دیکھ پاؤ گے رحمٰن کی تخلیق میں کہیں کوئی فرق۔'' (الملک: 3)

اتنا عظیم نظام، اتنے توافق اور ڈسپلن کے ساتھ چل رہا ہے تو کیا یہ خود بخود وجود میں آ گیا؟ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس وقت کا انسان یہی سوچ رہا ہو گا کہ چند میل اوپر آسمان ہے اور اس سے اوپر اللہ کا تخت ہو گا لیکن اب انسان یہ سوچ کر پاگل ہوا جاتا ہے کہ کائنات کی وسعت کتنی ہے؟ اسی لیے تو فرمایا:

''تم نہیں دیکھ پاؤ گے رحمٰن کی تخلیق میں کہیں کوئی فرق۔ پھر لوٹاؤ نگاہ کو' کیا تمہیں کہیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ پھر لوٹاؤ نگاہ کو بار بار (کوئی رخنہ ڈھونڈنے کے لیے) 'پلٹ آئے گی نگاہ تمہاری طرف ناکام تھک ہار کر۔'' (الملک:3،4)

معلوم ہوا کہ یہ کائنات خود بخود نہیں بن گئی۔ اس کا کوئی خالق ہے جو اس کو چلا رہا ہے۔ وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے اور وہ ہر عیب، ہر نقص سے پاک ہے۔ وہی اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت اور روشن ہستی ہے مگر اس دنیا میں ہم اسے دیکھ نہیں سکتے کیونکہ ہم یہاں امتحان میں ہیں۔ لیکن اس کی نشانیاں ہر جگہ موجود ہیں۔ اسی طرح جو نبی اور رسول آئے ان کی زندگیاں شہادت علی الناس ہیں۔ سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی زندگی ایک عظیم شہادت ہے۔ اسی طرح قرآن دو اعتبارات سے معجزہ ہے۔ ایک تو یہ کہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا تھا۔ اس کو بدلنے کے لیے دنیا نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا مگر آج بھی وہی اصل قران موجود ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ دوسرا یہ کہ اہل عرب پر اتمام حجت کیا گیا۔ وہ بار بار کہتے تھے کہ کوئی معجزہ دکھاؤ۔ جواب دیا گیا کہ یہ قرآن ہی سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اگر تمہیں اس بات میں شک ہے تو اس جیسا کلام لے آؤ۔ اہل عرب کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا، ان میں بڑے بڑے شاعر موجود تھے، ہر سال مقابلہ ہوتا تھا اور مقابلے میں جو سب سے بڑا شاعر ثابت ہوتا تھا اس کو باقی والے سجدہ کرتے تھے اور اس کا کلام اس کی عظمت کے اعتراف کے طور پر بیت اللہ پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ لیکن قرآن کے اس چیلنج کو پورا نہ کر سکے اور انہیں بھی تسلیم کرنا پڑا کہ یہ انسان کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔

چنانچہ قرآن بذات خود ان دو اعتبارات سے معجزہ ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کائنات کو بنانے والا کوئی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ چنانچہ سورت التغابن کا آغاز اسی بات کو سمجھانے کے انداز میں ہو رہا ہے۔ فرمایا:

﴿یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ ۫ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ①﴾ ''تسبیح کرتی ہے اللہ کی ہر وہ شے جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ شے جو زمین میں ہے۔ اُسی کی بادشاہی ہے اور اُسی کے لیے حمد ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا تعارف تسبیح اور تحمید کی صورت میں بیان ہو رہا ہے۔ تسبیح کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی ذات ہر نقص، ہر عیب سے پاک ہے اور تحمید یہ ہے ہر خوبی، ہر بھلائی اور خیر کا منبع اور سرچشمہ وہی اللہ ہے۔ جو کچھ بھی دنیا میں خیر اور بھلائی ہے وہ اسی کی توفیق سے ہے۔ ظاہر ہے ہم اللہ کو دیکھ نہیں سکتے لیکن ہمارے اندر ایک شمع روشن ہے۔ عہد الست کی شکل میں اللہ نے اپنا تعارف کروایا ہوا ہے۔ اس کی پرچھائیاں ہر شخص کی فطرت پر ہیں۔ اس لیے دل گواہی دیتا ہے کہ اللہ موجود ہے۔ اللہ کی ذات کو ہم نہیں جان سکتے لیکن وہ ہے۔ وہ ایک ایسی ذات ہے جو ہر کمی، ہر نقص اور ہر کوتاہی سے پاک ہے۔ ساتھ ہی تحمید ہے کہ ہر خوبی، ہر اچھائی کا منبع و سرچشمہ وہ ذات ہے۔ اللہ کو ہم اس حد تک ہی جان سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ ہم جان نہیں سکتے۔ اس کی ذات کس نوعیت کی ہے اس کو کوئی نہیں جان سکتا۔ یہاں تک بھی کہا گیا کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کھود کرید میں لگے گا تو وہ شرک میں پڑے گا۔ لہٰذا اتنا جاننا ہی کافی ہے کہ وہ ہستی ہے۔ اس کے مظاہر موجود ہیں۔ وہ ساری کائنات کو چلا رہا ہے۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا اور دوبارہ بھی وہی ہمیں میدان حشر میں کھڑا کرے گا۔ فرمایا:

﴿ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّمِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے' پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مؤمن۔''

پریس ریلیز 22 فروری 2019ء

پلوامہ کے واقعہ کے بعد ہندوستان بھر میں کشمیریوں کے گھر جلائے جا رہے ہیں

اگر پاکستان میں قرآن اور سنت کو بالادستی حاصل ہو تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

حافظ عاکف سعید

بھارت پاکستان کے خلاف آبی جارحیت کے ارتکاب پر تُلا ہوا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ بھارت سندھ طاس معاہدے کے باوجود پاکستان کا پانی بند کرنے کی دھمکیاں دے رہا ہے جو پاکستان کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں کیونکہ بدقسمتی سے ہمارے سابق سیاسی اور عسکری حکمران پانی کے بحران کے تدارک کے لیے ڈیم نہ بنا کر ملک اور قوم سے غداری کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ بھارت کا موجودہ وزیر اعظم نریندر مودی کم ظرف اور تنگ نظر ہے جس کی وجہ سے بھارت میں اقلیتوں، خاص طور پر مسلمانوں سے انتہائی بُرا سلوک ہو رہا ہے۔ پلوامہ کے واقعہ کے بعد ہندوستان بھر میں کشمیریوں کے گھر جلائے جا رہے ہیں۔ کشمیری طلبہ و طالبات بھی بھارت کے تعلیمی اداروں میں محفوظ نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ بھارت کی پاکستان کو جنگ کی دھمکی گیدڑ بھبکی محسوس ہوتی ہے لیکن پاکستان کی افواج کو چوکنا رہنا ہو گا۔ یہ سمجھنا غلط ہو گا کہ ایٹمی قوت ہونے کی وجہ سے پاکستان ناقابل تسخیر ہے۔ سوویت یونین جب شکست و ریخت سے دوچار ہوا تھا تو وہ دنیا کی دوسری بڑی ایٹمی قوت تھی۔ اگرچہ ہمیں اپنی سیکورٹی کے پورے انتظامات کرنا چاہیے لیکن یاد رہے جب تک ہمیں اللہ کی مدد حاصل نہ ہو گی ہم اسلام اور پاکستان دشمن قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اللہ کی مدد اور نصرت کے حصول کے لیے ملکی سطح پر اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ناگزیر ہے۔ اگر پاکستان ایک ایسی ریاست بن جائے جس میں قرآن اور سنت کو حقیقی معنوں میں بالادستی حاصل ہو اور اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم ہو جائے تو بھارت کیا' ساری دنیا مل کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ لہٰذا پاک سرزمین کے دفاع کی بھرپور تیاری کے ساتھ ساتھ کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ سے وفاداری کا ثبوت دیں اور تحریک پاکستان میں کیے ہوئے اس وعدہ کو پورا کیا جائے کہ ''پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست ہو گی''۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

یعنی وہی سب کو پیدا کرنے والا ہے تو سب کو چاہیے کہ اس کو خالق مانیں اور اس پر ایمان لائیں مگر کچھ ایسے بھی ہیں جو کائنات کی اس سب سے بڑی حقیقت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲﴾ ”اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔“

اس کی تفصیلات احادیث میں آتی ہیں کہ انسان کا ہر ہر عمل ریکارڈ ہو رہا ہے۔ بلکہ زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ریکارڈ ہو رہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔“ (قٓ:18)

یہ اہتمام اس لیے ہے کہ بالآخر فیصلہ ہوگا کہ کامیاب کون ہے اور ناکام کون ہے۔ اس وقت اپنے اعمال سامنے دیکھ کر ہر کوئی خود ہی جان لے گا کہ وہ کہاں کھڑا ہے۔ فرمایا:

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ”اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا حق کے ساتھ“

یہ ایک بامقصد تخلیق ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے جیسا کہ ہندوؤں کے ہاں یہ تصور ہے کہ یہ دنیا ”رام کی لیلا“ ہے۔ ان کے مطابق دیوتاؤں نے اس زمین اور انسان کو محض تفریح کے لیے بنایا ہے۔ وہ اوپر آسمانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور تماشا دیکھ رہے ہیں کہ نیچے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ رہے ہیں، کہیں اقتدار کی ہوس ہے اور کہیں دولت کی پوجا ہے۔ یہ سارا کچھ ان کے لیے تفریح گاہ ہے۔ گویا اس زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ کوئی عبث اور بے کار کام کرے۔ فرمایا:

﴿وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ﴾ ”اور اُس نے تمہاری صورت گری کی تو بہت ہی عمدہ صورت گری کی۔“

انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور کیا کیا اس میں صلاحیتیں رکھی ہیں۔ اگر انسان اسی پر غور کرے تو وہ حقیقت تک پہنچ جائے گا۔ لیکن جیسا کہ اقبال نے کہا:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

انسان اپنی ذات پر غور کرنے کی بجائے اور باتوں میں اُلجھا پڑا ہے اور بھول چکا ہے کہ جس نے اُسے پیدا کیا ہے آخر:

﴿وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳﴾ ”اور اُسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے۔“

﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے“

انسان نے اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی صلاحیتوں سے ٹیکنالوجی یہاں تک حاصل کر لی ہے کہ آج سیٹلائٹ کے ذریعے زمین پر رینگتی ہوئی چیونٹی کو بھی انسان دیکھ سکتا ہے۔ انسان اگر یہاں تک جا سکتا ہے تو پھر جس ذات نے انسان کو پیدا کیا ہے اس کی عظمت کا ادراک کوئی کر سکتا ہے؟

﴿وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴﴾ ”اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔ اور اللہ اُس سے بھی باخبر ہے جو تمہارے سینوں کے اندر ہے۔“

سینے میں چھپے ہوئے عزائم، اُمنگیں، آرزوئیں جن کو انسان اپنے طور پر بڑی آسانی سے چھپا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان سب سے باخبر ہے۔ آگے فرمایا:

﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۵﴾ ”کیا تمہارے پاس خبریں آ نہیں چکی ہیں ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا تھا پہلے؟ تو انہوں نے اپنے کیے کی سزا چکھ لی' اور ان کے لیے دردناک عذاب بھی ہے۔“

اس میں براہِ راست اہلِ عرب سے خطاب ہے۔ ان سے اس لیے بھی یہ کہا گیا کیونکہ ان کے ٹریڈ روٹ پر قومِ لوط، قومِ ثمود اور قومِ عاد کے کھنڈرات موجود تھے۔ انہیں پتا بھی تھا کہ یہاں رسول آئے تھے اور ان قوموں نے رسولوں کا انکار کیا تو وہ ہلاکت اور تباہی سے دوچار کر دی گئیں۔ اس لیے ان سے کہا جا رہا ہے کہ کیا تمہارے پاس رسولوں کی خبریں نہیں آئیں؟ اور ان کا جن قوموں نے انکار کیا تو اللہ نے ان کا کیا حشر کیا، کیا تم اس سے واقف نہیں ہو؟ فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ”یہ اس لیے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول آتے رہے واضح نشانیاں لے کر“

حالانکہ رسولوں کو نشانیاں بھی دی گئیں۔ قومِ ثمود کے لیے ایک چٹان سے اونٹنی برآمد کی گئی۔ اسی طرح دوسری قوموں کے لیے بھی انبیاء ورسل نشانیاں لے کر آتے رہے۔ مگر:

﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا﴾ ”تو انہوں نے کہا کہ کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے؟ پس انہوں نے کفر کیا اور رُخ پھیر لیا“

انبیاء ورسل کی باتیں دل کو تو لگتی تھیں، معلوم تھا کہ وہ جو باتیں بتا رہے ہیں بالکل سچی ہیں مگر اس کے باوجود ماننے سے انکار کے لیے ان قوموں کا یہ بہانہ ہوتا تھا کہ اللہ نے ہمارے لیے کوئی فرشتہ کیوں نہ نازل کیا؟ یعنی محض گھمنڈ اور تکبر میں آ کر انہوں نے حق کا انکار کیا تو نتیجہ میں اللہ نے بھی ان سے رخ پھیر لیا۔ فرمایا:

﴿وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶﴾ ”اور اللہ نے بھی (ان سے) بے نیازی اختیار کی۔ اور اللہ تو ہے ہی بے نیاز' ستودہ صفات۔“

انسان چاہے جتنا بھی طاقت اور اختیار والا کیوں نہ ہو جائے مگر پھر بھی وہ کسی نہ کسی کا محتاج ضرور رہتا ہے۔ لیکن اللہ کی ذات ایسی ہے جو کسی کی محتاج نہیں بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔ لہٰذا جو لوگ اللہ سے رخ پھیر لیں تو پھر اللہ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ زبردستی ان کو ہدایت دے دے۔ آگے فرمایا:

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ﴾ ”کافروں کو یہ زعم ہے کہ وہ (مرنے کے بعد) ہرگز اٹھائے نہیں جائیں گے۔“

جان بوجھ کر حق سے انکار کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ انسان اس زعم میں ہوتا ہے کہ یہی زندگی ہے بس، اس کے بعد خاک میں مل کر خاک ہو جائیں تو پھر ہمیں کون اُٹھائے گا۔ اپنے اسی زعم میں کفار رسولوں سے یہ مطالبہ بھی کرتے تھے کہ اگر اللہ دوبارہ زندہ کرتا ہے تو پھر ہمارے گزرے ہوئے بزرگوں کو دوبارہ زندہ کر کے سامنے لائے پھر ہم مان جائیں گے کہ اللہ دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ﴾ ”(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجیے: کیوں نہیں! مجھے میرے رب کی قسم ہے' تم لازماً اٹھائے جاؤ گے پھر تمہیں لازماً جتلایا جائے گا ان اعمال کے بارے میں جو تم نے کیے ہیں۔“

یہاں پر اللہ نے کوئی منطقی دلیل نہیں دی بلکہ حقیقت بیان کی ہے۔ لیکن اس میں اصل دلیل یہ ہے کہ یہاں قسم وہ ہستی اُٹھا رہی ہے جس کو پوری قوم نے الصادق والامین کا خطاب دے رکھا تھا۔ وہی یہ بتا رہے ہیں کہ مرنے کے بعد تمہیں ضرور اُٹھایا جائے گا اور تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے لائے جائیں گے۔

﴿وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷﴾ ”اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“

جس اللہ نے انسان کو ایک بار پیدا کیا ہے تو اس کے لیے دوسری بار اُٹھانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ایمانیات کا حامل بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

نالۂ ابلیس — 1 — ابلیس کی دُہائی

'ابلیس' کی فریاد کے عنوان سے یہ نظم خاصی دلچسپ ہے۔ یہ اشعار ہر انسان پر گزرنے والے حالات و واقعات کے صحیح ترین عکاس ہیں۔ قصۂ آدم d وابلیس قرآن مجید میں سات مرتبہ آیا ہے اور تصریف آیات کے اسلوب میں بیان کردہ حقائق نفسیات انسانی کی باریکیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ افعال واعمالِ انسانی کے محرکات کبھی شعوری ہوتے ہیں اور بسا اوقات تحت الشعور اور لاشعور میں مرتسم بعض رجحانات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ضمیر انسانی زندہ ہو تو یہ روشن ضمیری اور آئینہ ضمیری کی شان کا حامل ہوتا ہے اور ایسا صاحبِ حال شخص حقیقی انسان اور قابل رشک اخلاق وکردار کا مالک اور خالق ارض وسماء کی اعلیٰ شانِ خلاقی کا چلتا پھرتا نمونہ ہوتا ہے۔ جبکہ ضمیرِ انسانی صرف 'نفس لوامہ' کے مرتبے پر ہو تب بھی لائق تحسین ہے کہ یہ شخص کبھی جلد یا بدیر اپنی شخصیت کی گم گشتہ رعنائیوں اور جولانیوں کو پانے کی جدوجہد کرے گا اور مقصد حیات کو پالے گا اس لیے کہ یہی 'نفس لوامہ' ہی قیامت کے دن محاسبہ کی بنیاد ہے اور اسی لیے انسان اپنے اعمال کی اچھائی/برائی کا آسمانی معیارِ حق (وحی آسمانی) پر DETAILED SCRUTINY کا پابند ہے اور اگر یہی ضمیرِ انسانی 'نفس امارہ' بن جائے اور اس سے بھی کہیں نیچے گر کر 'ختم قلوب' کی 'سرخ لکیر' کراس کر جائے تو ایسا شخص شکل سے انسان ہے مگر درحقیقت شرفِ انسانیت سے محروم ہو جاتا ہے اور جانوروں کی سطح تک گر جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔ انسان کی طرح 'جن' بھی ایک جواب دہ مخلوق ہے مگر اس کے معیارات اور سعادت وشقاوت کی کیفیات انسان پر گزر نہیں سکتیں (انسان مرد ہے تو عورت کی حیثیت سے سوچ نہیں سکتا اور عورت ہے تو مرد کی کیفیات اپنے اوپر طاری نہیں کر سکتی) لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے حکم خداوندی سے سرتابی کے نتیجے میں 'لمحوں کی خطا' پر 'صدیوں کی سزا' راندۂ درگاہ ہو جانے کا نتیجہ سامنے آ گیا۔ ابلیس کے لفظی معنیٰ 'انتہائی مایوس' ہونے کے ہیں وہ ابلیس ابھی زندہ ہے اور نسل انسانی کو گمراہ کرنے اور سجدہ کے لائق نہ ہونے کے ثبوت جمع کر رہا ہے۔ اس پر مزید یہ ہے انسان بھی بے ضمیر ہو کر ابلیس کا اہلکار، نمائندہ اور 'فرنٹ مین' بن جاتا ہے اور اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو بھی گمراہ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے (مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ) انسانی سینوں میں وساوس پیدا کرتا ہے اور 'ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے' کے مصداق مصروف عمل رہتا ہے۔ اس مسلسل عمل (CHAIN REACTION) کا سلسلہ کائنات میں تا قیامت جاری ہے۔ اس نظم میں انہی کیفیات کی صحیح عکاسی کی گئی۔ ابلیس فریادی ہے کہ مسلمانوں کے زوال کے بعد صدیوں سے اس مغربی تہذیب کے دور عروج میں مجھے کوئی نامور مدمقابل دے تاکہ اس سے شکست کھا کر میں فخر کر سکوں۔

1 اے خداوندِ صواب و ناصواب — مَن شُدم از صحبتِ آدم خراب!

اے ارض وسما کے مالک خدا! تو (تمام) درست اور غیر درست (اعمال) کا مالک ہے۔ میں (اس جہان میں) آدم (اولادِ آدم علیہ السلام) کی صحبت اور 'INTERACTION' سے (پہلے سے بھی) بگڑتا جا رہا ہوں

2 ہیچ گہ از حکمِ مَن سر برنتافت — چشم از خود بست و خود را درنیافت!

وہ (ابن) آدم جو فقط تیری تسبیح و تقدیس کے لیے پیدا ہوا تھا! میرے ابلیسی ایجنڈے کے تقاضوں سے بھی سرتابی نہیں کرتا۔ اس نے خود احتسابی کی اپنی آنکھ بند کر لی ہے اور خود شناسی کی کبھی سعی نہیں کی؛ اس لیے اس میں سے کچھ حصہ نہیں پایا

1۔ اے کائنات کے پیدا کرنے والے خدا! تو نے ہی کائنات پیدا کی ہے اور تو ہی اب ہر قسم کے اعمال اور تغیر و تبدل کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ انسان نے حالیہ مغربی عروج کے دور میں صنعتی انقلاب اور کائنات کی تسخیر سے جو طاقت حاصل کی ہے اس کے نتیجے میں وہ اب تیرا اتنا باغی ہو گیا ہے اور تجھ سے اتنا سرکش ہو گیا ہے کہ میں بھی اپنے آپ کو اب اس کے سامنے بونا محسوس کرتا ہوں۔ نامعلوم حضرت انسان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اخلاق اور فطرت کی تمام حدود وقیود کو بھلا کر خدا بے زار اور وحی بے زار رویوں پر آ گیا ہے★ کہ اب میں بھی پہلے سے زیادہ تیرا سرکش اور باغی بن رہا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ اس 'آدم' کو سجدہ نہ کر کے میں نے بالکل ٹھیک کیا تھا۔

2۔ اے خدا! میں حیران و پریشان ہوں کہ جسے صرف تقدیس و تسبیح و عبادت سے فرصت نہیں ہونی چاہیے تھی وہ میرے اشاروں پر ناچ رہا ہے اور میرا ہر حکم تو کیا مشورہ بھی آگے بڑھ کر قبول کرتا ہے اور میری توقع سے بہت بڑھ کر میرے ساتھ وفاداری کا حق ادا کر رہا ہے۔ اس مغربی بالادستی کے دور میں انسان بگڑ کر خود احتسابی سے دور ہو گیا ہے اور خود شناسی کی سعی بھی ترک کر بیٹھا ہے۔

★ سیاست افرنگ

تری حریف ہے یارب سیاست افرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس!

علامہ اقبال

اسلامی تنظیم میں سمع وطاعت کے تقاضے

حلقہ لاہور کے ملتزم رفقاء کے اجتماع سے

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا خطاب

محترم رفقائے تنظیم اسلامی......السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

ہماری تنظیم اور تحریک کی رفتار پہلے بھی کبھی طوفانی قسم کی تو نہیں تھی، کبھی برق رفتاری کے ساتھ ہمارا کام آگے نہیں بڑھا ہے، جبکہ ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سی تحریکیں، تنظیمیں اور دعوتیں بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھی ہیں۔ لسانی عصبیت کی بنیاد پر ایم کیو ایم کی تحریک جس طرح جنگل کی آگ کی طرح پھیلی، وہ ہمارے سامنے ایک مثال ہے۔ فرقہ وارانہ عصبیت کی بنیاد پر سپاہ صحابہ کی تحریک جس طرح پھلی پھولی اور تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھی وہ بھی ایک اہم مثال ہے۔ ہمارے ہاں سوادِ اعظم جو ہے وہ بریلوی مکتب فکر سے متعلق ہے، چاہے رسمانہ ہو لیکن اپنے ذہن، فکر، عقائد اور رسومات کے حوالے سے وہ اسی طبقے سے متعلق ہے۔ اور بریلوی مکتب فکر نے تنظیمی اعتبار سے جو مختلف شکلیں اختیار کیں وہ بھی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، وہ ہری پگڑی والے ہوں یا سیاہ پگڑی والے ہوں یا زیادہ Polished انداز میں طاہر القادری صاحب کی تنظیم ہو۔ بہرحال ہمارا جہاں تک معاملہ ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ہمیشہ دو الفاظ استعمال کیے ہیں Slow & Steady۔ پس اس سے زائد کی بات کبھی بھی نہیں رہی۔ لیکن ادھر کچھ عرصہ سے ہمارے اوپر اضمحلال کچھ زیادہ ہی طاری ہے، افسردگی کی کیفیت ہے، بلکہ کافی حد تک جمود ہے۔ اور اس کا اصل سبب وہ حادثات ہیں کہ جن سے ہمیں حال ہی میں دوچار ہونا پڑا ہے۔ سب سے عظیم حادثہ طالبان کے ساتھ جو کچھ افغانستان میں ہوا، وہ ہم سب کے لیے بہت بڑے صدمے کا موجب ہوا۔ اس صدمے نے ہمیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس سے افسردگی طاری ہوئی اور اس کا نتیجہ اضمحلال کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور یہ تمام چیزیں فطری اور طبعی ہیں۔ چونکہ کچھ امیدیں وابستہ ہوگئی تھیں، کچھ توقعات ہم نے قائم کر لی تھیں، لہٰذا وہ سارا محل جب ایک دم دھڑام سے زمین بوس ہوا تو یقیناً اس کے جو نتائج وعواقب (repercussions) تھے وہ قابل فہم ہیں۔

اس کے بعد اس کے اثرات ذرا کم ہوئے تھے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ربو، کے بارے میں جو آیا ہے اس نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ زیادہ لوگوں نے اس کو محسوس نہیں کیا، لیکن میں نے اور بعض دوسرے رفقاء نے پوری شدت کے ساتھ اسے محسوس کیا ہے۔ چنانچہ مجھ پر بہت سخت صدمے اور افسردگی کی کیفیت طاری رہی ہے اور میں نے اسے ڈپریشن سے تعبیر کیا۔ میں نے سب کے سامنے کہا کہ میں اس وقت ڈپریشن کی کیفیت سے گزر رہا ہوں۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید یہ شدید ترین اثر مجھ ہی پر ہوا ہے، مگر بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے بعض اور رفقاء کا حال بھی کچھ اس کے لگ بھگ ہے اور ان پر بھی شدید صدمہ، کرب اور رنج وغم کی کیفیت طاری ہے۔ لیکن یہ جو موقع ہے یہ درحقیقت ہمارے صبر وثبات اور استقلال کے لیے ایک بہت بڑے امتحان کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی لیے میں نے آج یہ آیات تلاوت کی ہیں:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ﴾

''اے اہل ایمان! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔'' عربی زبان میں صبر دراصل کہتے ہیں: اپنے آپ کو روکے رکھنا، تھامے رکھنا، حالات سے متاثر نہ ہونا، اونچ نیچ سے زیادہ تاثر نہ لینا، نہ تکلیف سے بددل ہونا اور نہ ہی اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بوچھاڑ ہو جائے تو اس سے متاثر ہونا۔ یعنی جماؤ، ٹھہراؤ، دوام، تسلسل اور استقلال کی کیفیت کے لیے درحقیقت لفظ صبر کا استعمال ہوتا ہے۔ فرمایا: ''اے اہل ایمان! مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے۔'' اور آپ اندازہ کیجیے نماز تو دین کا ستون ہے۔ ((اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّیْنِ)) مگر اس کا ذکر بھی بعد میں ہے، صبر کا پہلے ہے۔ اگر اپنی طبیعت کے اندر یہ ٹھہراؤ اور جماؤ نہ ہو تو گویا نماز بھی اس درجے مفید نہیں ہوگی۔ اس کی برکات کے ظہور کے لیے شرطِ اول صبر ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾﴾ ''یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' انہیں اللہ کی معیت حاصل ہے۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾﴾ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ یہ زندہ ہیں، مگر تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔'' ظاہر بات ہے جتنے بڑے پیمانے پر طالبان نے اور القاعدہ کے لوگوں نے اپنی جانیں اس وقت پیش کی ہیں اور جام شہادت نوش کیا ہے ہم نے ان کی جدوجہد کو خالص جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا ہے۔ ہم اپنے موقف پر پوری طرح مطمئن ہیں اور اس جہاد فی سبیل اللہ میں یہ جانیں گئی ہیں تو یقیناً شہادت کے جو بلند ترین مراتب ہیں ان پر یہ حضرات فائز ہوئے ہیں۔

اس صورت حال میں ہمارے لیے جو امتحان ہے اس کی طرف اشارہ اگلی آیت میں ملتا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾﴾ ''اور ہم ضرور تمہیں کسی قدر خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصانات اور ثمرات کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔'' ہمارے لیے اس وقت خوف کی کیفیت بھی ہے۔ پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے طرح طرح کے شکوک وشبہات ہیں۔ میں اپنے کل کے خطاب جمعہ میں بھی ایک انگریزی مضمون کا حوالہ دے چکا ہوں کہ پاکستان میں لکھا جانے والا اور پاکستان کے ایک انگریزی روزنامہ میں شائع ہونے والا مضمون کس قدر مایوسی کا عکاس ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صورت حال ہمارے لیے یقیناً صدمے اور تشویش میں اضافے کا موجب ہے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبہ اسلام کے حوالے سے ہماری تو پاکستان کے مستقبل سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔

الفاظ قرآنی ﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ﴾ میں خاص طور پر ''ثمرات کے نقصان'' سے مراد کیا ہے؟ ثمرات کا عام ترجمہ پھل کیا جاتا ہے، لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ میں جب بھی اس مقام سے گزرا ہوں میں نے اسے ''محنتوں کا حاصل'' سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی انسان یہ دیکھے کہ ہمارے اتنے عرصے کی محنتیں تھیں اور وہ چشم زدن میں ختم ہوگئیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال شریعت اپیلیٹ بنچ کا یہ فیصلہ ہے جو سود پر آیا ہے۔ تقریباً ربع صدی کی محنت کو اس ایک فیصلے نے زیرو کر دیا ہے اور ہم پھر Square One میں پہنچ گئے ہیں۔ اور اب اس Square One میں کھڑے ہو کر بھی جدوجہد کرنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہے، اس لیے کہ وہ آخری تلوار

تو ان کے ہاتھ میں ہے، جب چاہیں گے چلا دیں گے۔

اگر اس موقع پر انہوں نے مولانا تقی عثمانی صاحب کو ہٹا کر اور دو بالکل غیر معروف قسم کے لوگوں کو اس شریعت اپیلیٹ بنچ کے جج بنا کر بٹھا دیا اور جو فیصلہ چاہا حکومت نے لے لیا تو یہ کام کبھی بھی ہو سکتا ہے۔ تو یہ محنتیں جو اتنی ضائع ہوئیں تو اب دوبارہ اس محنت کو کرنے پر طبیعت بمشکل آمادہ ہوگی۔

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ ''(اے نبیؐ!) بشارت دے دیجیے صبر کرنے والوں کو۔'' پھر نوٹ کیجیے، صبر سے مراد جمے رہنا، ڈٹے رہنا، کھڑے رہنا، اپنے آپ کو روکے رکھنا، تھامے رکھنا۔ اس حوالے سے میں اس وقت صبر کی ایک خاص نوعیت کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ ایک صبر ہوتا ہے ایذاء پر، تکلیف پر، مصیبت میں، بھوک میں، فقر و فاقہ میں، جنگ میں، جبکہ ایک صبر ہے اپنے موقف پر ڈٹے رہنا، کھڑے رہنا اور اپنے فکر پر استقامت کا مظاہرہ کرنا۔ اس لیے کہ ایسے مواقع پر قدم ڈگمگانے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ شعر میں نے اپنی تقاریر میں بہت مرتبہ پڑھا ہے، مجھے بہت پسند ہے۔؎

سنبھلنے دے مجھے اے نا امیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے!

غالب کے خیال میں یہ ''خیالِ یار'' کچھ اور ہو گا، میرے نزدیک یہ ہمارا دینی فکر ہے، اس کے بارے میں کہیں شکوک و شبہات نہ پیدا ہو جائیں، اس کے بارے میں تزلزل نہ پیدا ہو جائے۔ کیونکہ اگر وہ ہو گیا تو پھر یہ تحریک ختم سمجھو۔ اس کی ساری جڑ، بنیاد اس دینی فکر کے اوپر ہے، ساری عمارت اس پر قائم ہے۔ اس حوالے سے میں ہر شخص کو دعوت دوں گا کہ دروں بینی کرے، اپنا محاسبہ کرے، اپنا تنقیدی جائزہ لے، اپنے گریبان میں جھانکے کہ ہمارے فکر کے جو بنیادی امور ہیں ان کے بارے میں کہیں کوئی تزلزل، کوئی شک و شبہ، کسی طرح کا کوئی ضعف و اضمحلال تو پیدا نہیں ہو گیا۔ اپنے اس فکر کو تین حوالوں سے ذہن میں تازہ کر لیجیے۔

ہمارے دینی فکر کی تین اساسات

(1) فریضہ اقامت دین اور اس کے لیے التزام جماعت کی شرط

اقامت دین کی جدوجہد فرض عین ہے، تاہم دین کو قائم کر دینا ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ اس ضمن میں بہت سے عوامل اور بہت سے فیکٹرز ہمارے کنٹرول میں نہیں ہیں۔ ہمارے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں۔ اس میں اصل فیصلہ کن شے مشیت ایزدی ہے کہ اللہ کب چاہتا ہے کہ یہ کام ہو۔ لیکن اس کے لیے مسلسل جدوجہد کیے چلے جانا فرض عین ہے۔

تا دمِ آخر دمے فارغ مباش
اندریں رہ مے تراش و مے خراش!

اس کے ضمن میں اگر کبھی بھی آپ حضرات کو کوئی ضعف محسوس ہو تو فوراً اس کا تدارک کیجیے۔ اس لیے کہ چاروں طرف ہوائیں تو مختلف قسم کی ہیں۔ ایسے دانشور قسم کے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ سب خلل ہے دماغ کا! یہ دین کی کوئی بنیادی بات ہے ہی نہیں۔ کچھ لوگ جو ایسی تحریکوں سے وابستہ تھے، انہوں نے ان تحریکوں سے مایوس ہو کر ''انگور کھٹے ہیں'' والا تصور اختیار کر لیا ہے کہ یہ تصور ہی صحیح نہیں ہے۔ ظاہر بات ہے جس ماحول میں ہم رہتے ہیں اور جس قسم کے خیالات اِدھر اُدھر سے آتے ہیں وہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو کوئی رعایت دیئے بغیر بالکل غیر جانب دارانہ طور پر اپنا جائزہ لے کہ آیا میرا دل اس پر ٹھکا ہوا ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد فرض عین ہے اور اس کے لیے التزامِ جماعت شرط لازم ہے۔ بہرحال اس ضمن میں اگر کسی درجے میں بھی کوئی اضمحلال محسوس ہو، کوئی کمی محسوس ہو تو اس کے ازالے کے لیے، اور نہ بھی ہوا ہو تو اسے ازسرِ نو Prop up کرنے کے لیے، اس فکر کو مزید قوی کرنے کے لیے چند کتابوں کا حوالہ دے رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں اس دور میں آپ حضرات کو ان کا ازسرِ نو مطالعہ کر لینا چاہیے، خواہ پہلے آپ نے کیا ہو: (1) نبی اکرمﷺ کا مقصد بعثت۔ (2) فرائض دینی کا جامع تصور۔ (3) مطالبات دین۔ (اس کتاب میں فرائض دینی کا جامع تصور وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔) (4) جہاد فی سبیل اللہ۔ (5) توحید عملی۔ (6) اسلامی نظم جماعت اور بیعت۔ میرے نزدیک ان چھ کتب کا مطالعہ مفید ہو گا، چاہے آپ یہ محسوس کریں کہ میرے تصور میں کوئی کمی نہیں ہے، میرے یقین اور ایقان کے اندر کوئی ضعف نہیں ہے، پھر بھی اگر ازسرِ نو مطالعہ کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً یہ فائدے سے خالی نہیں ہو گا۔

(2) منہج انقلاب نبویؐ

یہ ہمارے فکر کی دوسری اساس ہے۔ بعض اعتبارات سے ہمیں مختلف مواقع پر اس میں ضعف کا احساس ہوا۔ مثلاً ایک وقت آیا تھا کہ الجزائر میں انتخابات کے ذریعے محسوس ہوتا تھا کہ اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ پھر ایک وقت آیا کہ ترکی میں اربکان صاحب کے ذریعے سے امکان پیدا ہوا کہ شاید اسلامی حکومت قائم ہو جائے۔ وہ دونوں معاملات تو بڑی جلدی ختم ہو گئے، لیکن خود افغانستان کے معاملہ پر یہ صورت حال پیدا ہوئی کہ ہمارے بہت سے رفقاء یہ سوچنے لگے کہ ہم تو ''منہج انقلاب نبویؐ'' کی بات کرتے رہ گئے اور وہاں اللہ کا دین قائم ہو گیا اور اسلامی حکومت بن گئی۔ اس معاملے نے یقیناً ہمارے رفقاء کو کچھ دیر کے لیے ہلا دیا تھا۔

یہاں میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہ موقف عقلی بنیادوں پر استوار ہونے کے علاوہ امام مالکؒ کے قول اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر مبنی ہے۔ امام مالکؒ کا قول ہے:

''لَنْ يَصْلُحَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُهٗ'' کہ اس امت کے آخری حصے کی اصلاح ہرگز نہیں ہو سکے گی مگر اسی طور سے جیسے اس کے پہلے حصے کی ہوئی۔'' اور میں آج غور کر رہا تھا تو میرا ذہن ادھر منتقل ہوا کہ جو احادیث ہم نے بہت عام کی ہیں، ان میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث بھی ہے جس میں حضورﷺ نے پانچ ادوار گنوائے ہیں، پہلا اپنا دورِ سعادت یعنی دورِ نبوت، پھر دورِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ، پھر ''مُلْكًا عَاضًّا'' یعنی کٹ کھنی ملوکیت، پھر ''مُلْكًا جَبْرِيًّا'' یعنی دورِ غلامی اور پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ۔ تو اس حدیث کا متن چاہے اُس وقت تک زیادہ عام نہ ہوا ہو اس کا مفہوم عام تھا، ورنہ امام مالک کے قول میں یہ جو اول و آخر کے الفاظ آئے ہیں یہ کہاں سے آ گئے؟ ''آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ'' یعنی اس اُمت کا آخری دور پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا ہے، وہ تو اسی حدیث کی رو سے معلوم ہوا۔ اُمت کا پہلا دور بھی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے۔ اس سے پہلا دور تو دورِ نبوت ہے۔ اُمت کا پہلا دور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا ہے۔

اور یہی بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔ آپؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کرتے وقت جو خطبہ دیا اس میں یہ الفاظ ہیں: ''اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَا يَصْلُحُ آخِرُهٗ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُهٗ'' یہاں ''هٰذَا الْاَمْر'' سے خلافت کے علاوہ کون سی چیز مراد لی جا سکتی ہے؟ ''اس معاملے کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہو سکے گی مگر اسی طور سے جس طور سے پہلے حصے کی ہوتی ہے۔'' یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دورِ ثانی بھی اسی طرز کی جدوجہد کے بعد آئے گا جیسی جدوجہد اس کے دورِ اوّل کے لیے کی گئی تھی۔

اس پر ظاہر ہے کہ ہمارا دلی اطمینان لازم ہے۔ اور

افغانستان میں جو کچھ ہوا اس کے بعد ہمیں اپنے فکر پر ازسرِنو جم جانا چاہیے۔ وہاں ممکن ہے گوریلا سرگرمیاں شروع ہو جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں سے وہ امریکیوں کو بھگانے میں کامیاب ہو جائیں لیکن اسلام وہاں پھر بھی نہیں آئے گا بغیر اُس منہاج کے کہ جو محمد عربی ﷺ سے منقول ہے۔ اس کے لیے لوگوں کے ذہنوں کو تیار کرنا پڑے گا۔ عوام کے ذہن جو تبدیل نہیں ہوئے تھے اس کا نتیجہ دیکھ لیا کہ چشم زدن میں کابل کی فضا بدل گئی۔ وہ کابل جسے ہم شریعت کا پابند کابل دیکھ کر آئے تھے وہاں دیکھتے ہی دیکھتے ایک دم ویڈیو کی دکانیں کھل گئیں، ایک دم سینما شروع ہو گئے، ایک دم گندگیاں پھیل گئیں، ایک دم داڑھیاں مونڈ لی گئیں۔ اس لیے کہ ذہن نہیں بدلے تھے، لوگوں کے اندر انقلاب نہیں آیا تھا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ ط﴾ (الرعد:11) اس آیت کا ترجمہ اس شعر کی صورت میں کیا گیا ہے۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا!

چنانچہ جب تک لوگوں کے اپنے نفوس کی کیفیت نہیں بدلتی قوم کے حالات نہیں بدلیں گے۔ اس حوالے سے ہمیں اب اور مؤکد ہو جانا چاہیے۔ ہمارا یقین، ہمارا وثوق، منہج انقلاب نبویؐ کے ساتھ ہمارا ذہنی رابطہ، رشتہ اور تعلق مضبوط تر ہونا چاہیے۔ اس کے لیے بھی مشورہ دوں گا کہ کتاب ''منہج انقلاب نبوی'' کا پھر مطالعہ کر لیجیے، ہمت کیجیے اور اسے پڑھ جائیے۔ اور اگر وہ زیادہ طویل معلوم ہو تو خطبات خلافت میں جو آخری (چوتھا) خطبہ ہے اسے پڑھ لیں، وہ مختصر ہے۔ میرا خیال ہے وہ 30،40 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس خطبے میں ''منہج انقلاب نبوی'' کا خلاصہ موجود ہے۔ لیکن کوشش کیجیے کہ ''منہج انقلاب نبویؐ'' ہی کو دوبارہ پڑھ لیا جائے۔

(3) نظامِ بیعت اور اس کے تقاضے

ہمارے دینی فکر کی تیسری بنیاد بیعت مسنونہ ہے۔ اس کے بارے مجھے آج ذرا قدرے تفصیل سے عرض کرنا ہے۔ ہم نے بیعت کی بنیاد پر تنظیم قائم کی ہے۔ ایک اعتبار سے تو ہم نے تنظیم میں بیعت کے تقاضوں کو پورا کیا ہے، لیکن ایک اعتبار سے ابھی تک ہم پر بیعت کے تقاضوں کا شعور پورے طور سے واضح نہیں ہے۔ قانونی اور دستوری سطح پر ہمارے ہاں بیعت کا نظام قائم ہے۔ آپ لوگ مجھ سے بیعت کر کے تنظیم میں شامل ہوئے ہیں۔ یہ طے ہے کہ کوئی بھی معاملہ ہو اس میں آخری فیصلہ میرا ہو گا۔ شوریٰ کی حیثیت مشورہ دینے والوں کی ہے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ ووٹوں کی گنتی کے ذریعے سے کوئی فیصلے ہوں گے، اگرچہ اس کی نوبت شاذ ہی کبھی آئی ہے کہ میں نے شوریٰ کے اکثریتی رائے کے خلاف کوئی فیصلہ دیا ہو۔ غالباً ایک موقع پر آئی ہے، اس میں بھی ایک دو ووٹ کا فرق تھا۔ اصولاً یہ طے ہے کہ شوریٰ میں ووٹوں کی گنتی کی بنیاد پر فیصلے نہیں ہوں گے، شوریٰ اپنی رائے دے گی مگر فیصلہ امیر کے ہاتھ میں ہو گا۔ یہ نظم تو ہم نے اللہ کے فضل و کرم سے بنا لیا، قائم کر لیا، چلا بھی لیا، اس کا ایک نمونہ بھی دنیا کے سامنے پیش کر دیا، لیکن دو پہلوؤں سے ابھی ہمارے ہاں بڑی کمی ہے۔ اولاً سمع و طاعت کی روح ابھی ہمارے ذہنوں میں راسخ نہیں ہوئی ہے۔ اور ثانیاً عہدے داروں کے عزل و نصب کے سلسلے میں اس نظام بیعت کا جو تقاضا ہے وہ بھی ہم پر پوری طرح واضح نہیں ہے۔ میں ان دونوں باتوں کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

سمع و طاعت کی روح کا جہاں تک میرے ساتھ تعلق ہے، میں مطمئن ہوں کہ مجھ سے رفقاء کا سمع و طاعت کا تعلق قائم ہے، برقرار ہے۔ وہ میرا حکم سنتے ہیں اور مانتے ہیں، عمل میں کوتاہی ہو جانا دوسری بات ہے۔ لیکن اصل میں سمع و طاعت تو ایک chain ہے۔ کسی بھی تنظیم یا تحریک کے اندر سمع و طاعت صرف ایک ہی شخص کی نہیں ہوتی بلکہ وہ تو مرحلہ وار ہوتی ہے۔ ایک امیر تنظیم ہے، اس کے نیچے صوبائی امراء ہیں، ان کے نیچے حلقہ جاتی امراء ہیں، پھر ان کے نیچے مقامی امراء ہیں۔ اس طرح یہ ایک پورا سلسلہ ہے، اور جب تک اس پوری chain کے اندر جس کو لائن آف کمانڈ کہا جاتا ہے، یہ روح سرایت کیے ہوئے نہ ہو، سمع و طاعت کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ اگر آپ کو کسی سطح پر اختلاف ہے تو اپنے سے اوپر پہنچا دیجیے۔ مقامی امیر سے اختلاف ہے تو یہ اختلاف حلقے کے امیر کو پہنچا دیجیے، حلقہ کے امیر سے اختلاف ہے تو امیر تنظیم کو پہنچا دیجیے۔ لیکن سمع و طاعت ضروری ہے۔

حدیث شریف کے یہ الفاظ اچھی طرح نوٹ کر لیجیے:

((اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَکُمْ فِیْہِ مِنَ اللّٰہِ بُرْھَانٌ))

ہم نے ان الفاظ کو زیادہ Highlight نہیں کیا ہے۔ یہ اُسی روایت کے اندر ہیں جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ہے اور جسے ہم نے اپنی بیعت کی بنیاد بنایا ہے:

بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ وَعَلٰی اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ

متفق علیہ الفاظ تو یہی ہیں، بخاری اور مسلم دونوں کے۔ البتہ مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

((اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَکُمْ فِیْہِ مِنَ اللّٰہِ بُرْھَانٌ))

ذرا نوٹ کر لیجیے کہ اس جملے کا ترجمہ کیا ہے: ''اس سمع و طاعت سے دست کش ہو سکتے ہو صرف اس شکل میں کہ تم کسی کھلے کھلے کفر کو دیکھو جس کے لیے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل موجود ہو۔'' آپ ثابت کر سکیں کہ یہ کفر ہے تب آپ کہہ سکتے ہیں ''لَا سَمْعَ وَلَا طَاعَۃَ'' کہ نہ ہم سنیں گے نہ اطاعت کریں گے!

اب نوٹ کیجیے کہ حدیث بالا میں مذکور سمع و طاعت رسول اللہ ﷺ سے مراد تو ہو ہی نہیں سکتی۔ کیا حضور ﷺ کی طرف سے بھی کبھی کفر بواح کا امکان ہے؟ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔ ظاہر بات ہے کہ نہیں ہے۔ اسلام کا تو معیار آپؐ ہیں۔ آپؐ ہی کا فرمودہ درحقیقت اسلام کا قانون ہے۔ تو یہ درحقیقت ماتحت امارتوں کے بارے میں ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کے اندر یہ شق بھی ہے: ''وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا'' چاہے آپ دوسروں کو ہم پر ترجیح دے دیں۔ یعنی آپ ہم پر کسی کو امیر بنا دیں تو ہم آپ پر اعتراض نہیں کریں گے بلکہ شکوہ و شکایت بھی نہیں کریں گے کہ حضور! ہم آپؐ کے پرانے جاں نثار رفقاء ہیں، پرانے ساتھی ہیں، آپ نے ایک نووارد کو یا ایک نوعمر کو ہمارے اوپر امیر کیسے بنا دیا؟ نہیں۔ یہ آپ کا مطلق اختیار ہو گا، آپ جسے چاہیں امیر بنائیں۔ اب اس کے بعد یہ الفاظ آتے ہیں:

وَعَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ...... اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَکُمْ فِیْہِ مِنَ اللّٰہِ بُرْھَانٌ

ظاہر بات ہے کہ تمہیں ان امراء سے جھگڑنے کی اجازت نہیں ہے، ان سے بھی تمہارا سمع و طاعت کا وہی انداز رہے گا، الا یہ کہ تم کسی کھلے کھلے کفر کو دیکھو، جس کے لیے تمہارے پاس دلیل ہو کہ یہ کفر ہے۔ یہ نہیں کہ میرا دل کہتا ہے کہ یہ کفر ہے۔ آپ کا دل کوئی شے نہیں ہے:

اِیْتُوْنِیْ بِشَیْءٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ حَتّٰی اَقُوْلَ

کسی شے کے کفر ہونے کا فیصلہ اللہ کی کتاب سے ہو گا یا اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے ہو گا، آپؐ کے فرمودات سے ہو گا۔ تو یہاں اصل میں جو بات میں آپ پر واضح کرنا چاہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ نچلی سطح پر ہمارے ہاں امراء کا وہ وقار، ان کا لحاظ اور ادب، ان کے ساتھ نصح و خیرخواہی، ان کے ساتھ سمع وطاعت کا تعلق بہت زیادہ کمزور ہے۔ حالانکہ میں اس سے پہلے بہت سے مواقع پر یہ حدیث آپ کو سنا چکا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ، وَمَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ، وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ))

''جس نے میری اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے مقررہ کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

اس حدیث کو ہمیں ہمیشہ اپنے ذہنوں میں اور اپنے شعور میں تازہ رکھنا چاہیے۔ جب تک کہ ہمارا سمع و طاعت کا نظام اُسی طرح پوری لائن آف کمانڈ کے اندر جاری وساری نہ ہو سمع وطاعت کے تقاضے پورے نہ ہوں گے۔ جیسا کہ غزوۂ احد کے موقع پر ہوا تھا۔ میرا تجزیہ ہے کہ پینتیس تیرانداز جو اپنی جگہ چھوڑ گئے تھے، اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قول کی تاویل کر لی تھی۔ میں یہ بات ماننے کو قطعاً تیار نہیں ہوں اور لوگوں کی اس بات کے ساتھ میرا قطعاً اتفاق نہیں ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی۔ انہوں نے درحقیقت حضور ﷺ کے قول کی تاویل کی، کہ حضور نے جو ہمیں کہا تھا کہ یہاں سے نہ ہلنا چاہے تم دیکھو کہ ہم سب قتل ہو گئے ہیں اور پرندے ہمارا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں، تو یہ شکست کی کیفیت میں کہا تھا، اب تو فتح ہو گئی ہے، لہٰذا جو آپ ﷺ کا فرمان ہے وہ اس صورت حال میں لاگو نہیں ہو رہا۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ حضور ﷺ نے ان پچاس تیراندازوں کے اوپر جنہیں امیر بنایا تھا، وہ تو آخری وقت تک انہیں روکتے رہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی گئی۔ اور اس پر وہ سزا ملی ہے کہ پھر فتح شکست میں تبدیل ہوئی اور ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ خود حضور ﷺ اتنے شدید مجروح ہوئے اور آپ کا اتنا خون بہہ گیا کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے اور خبر آ گئی کہ آپ شہید ہو چکے ہیں۔ تو یہ ''امیری'' (میرے مقرر کردہ امیر) کا معاملہ ہے۔

اس لائن آف کمانڈ کے اندر سمع وطاعت کی روح کو سرایت کرنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ صرف مجھ ہی سے بیعت سمع واطاعت، بلکہ یہ سمع وطاعت ہمارے ہاں درجہ بدرجہ پھیلنی چاہیے، ہر امیر تک پہنچنی چاہیے۔ جیسے ایک درخت اور اس کی شاخیں ہوتی ہیں۔ جڑ سے جو غذا آ رہی ہے وہ تمام شاخوں میں جا رہی ہے، تمام ٹہنیوں سے ہوتی ہوئی پتوں تک جا پہنچتی ہے۔ اسی طرح یہ روح سمع وطاعت ہر سطح تک پہنچنی چاہیے۔ اور صرف سمع وطاعت نہیں، نصح و خیرخواہی ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پیش نظر رہنا چاہیے:

((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ)) قِیْلَ لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: ((لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ))

نچلی سطح کے ذمہ دار حضرات ''اَئِمَّۃُ الْمُسْلِمِیْنَ'' نہیں ہیں تو کون ہیں؟ چاہے وہ پانچ چھ آدمیوں پر ایک نقیب ہے اور چاہے 25، 30، 40 کے اوپر ایک امیر ہے اور چاہے 100، 200، 400 آدمیوں پر ایک امیر حلقہ ہے۔ ظاہر بات ہے ان میں سے ہر شخص اپنی جگہ پر ایک امام ہے۔ ان کے ساتھ نصح وخیرخواہی ہو، ان کے لیے بدخواہی نہ ہو۔ اسی طرح ان کے لیے تنہائیوں میں دعائیں مانگی جائیں۔ ان کی طرف سے اگر کبھی یہ بھی خیال ہو کہ انہوں نے مجھ پر زیادتی کی ہے تو اس پر معاف کرنا، صبر کرنا، جھیلنا۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا۔ اور اگر اس نے واقعتاً زیادتی کی ہے تو وہ اپنی بہت سی نیکیاں قیامت کے دن آپ کے پلڑے میں ڈالے گا۔ آپ کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ آپ نظم جماعت کی خاطر جھیل جایئے، برداشت کر جایئے۔ جس اعلیٰ نصب العین اور جس مقصد کے لیے ہم نے یہ سارا کھکھیڑ مول لیا ہے، یہ جماعت بنائی ہے، جس کے لیے یہ سارا نظم ہم نے اختیار کیا ہے، اس کے لیے ان کی زیادتیوں کو بھی برداشت کیا جائے۔ اگر وہ زیادتی کر رہے ہیں تو اللہ کے ہاں جواب دہ ہوں گے۔

دوسرا معاملہ مناصب کے نصب وعزل کا ہے۔ جو تنظیمی عہدے ہیں، امیر ہیں، نقیب ہیں، امیر حلقہ ہیں، مرکزی ناظمین ہیں، ان مناصب کا نصب اور عزل کلیتاً مبایع کا صوابدیدی اختیار ہے۔ (باب مفاعلہ میں مبایع: بیعت کرنے والا اور مبایع مفعول بنے گا کہ جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی) یہ اس کا اختیار مطلق ہے، اس کو اس کے لیے کہیں دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے، وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے، وہ کسی کو مطمئن کرنے کا پابند نہیں ہے۔ یہ اس کا اختیار ہے جس کو چاہے منصب پر فائز کرے۔ یہ سمع وطاعت کا ایک اہم تقاضا ہے اور ہم نے ''وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا'' کے الفاظ میں اس کا عہد کر رکھا ہے۔

آپ کو معلوم ہے جب غزوۂ موتہ کے لیے لشکر تیار ہوا تھا اور حضور ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو اس کا امیر نامزد کیا تھا تو اعتراضات ہوئے تھے۔ اس لشکر میں جلیل القدر صحابہؓ اور اونچے خاندانوں کے لوگ شامل تھے۔ خود حضور ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ اس میں شامل تھے، جو قریش کے اونچے گھرانے کے فرد تھے، ابوطالب کے بیٹے تھے۔ لیکن حضور ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو امیر بنایا جو غلامی کا داغ بھی کھائے ہوئے تھے۔ وہ تو مولیٰ (آزاد شدہ غلام) تھے۔ اور اس عرب معاشرے کے اندر مولیٰ کبھی بھی حر (آزاد انسان) کے مساوی نہیں ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں ان کے نوجوان بیٹے اسامہ کو امیر لشکر مقرر کیا اور جلیل القدر صحابہؓ کو ان کی کمان میں رکھا۔ اس پر بھی اعتراض ہوا۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا جو آخری دور ہے اس میں نظر آتا ہے کہ آپؐ کو کئی معاملات میں اپنے ساتھیوں کے طرزِ عمل سے تکلیف پہنچی۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے غصے کے ساتھ فرمایا تھا کہ تم نے اس کے باپ کی تقرری پر بھی اعتراض کیا تھا، آج تم اس پر بھی اعتراض کر رہے ہو۔

نصب کی طرح عزل یعنی کسی کو اس کے منصب سے معزول کر دینا، یہ بھی اس امیر کا اختیار مطلق ہے جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی ہے۔ وہ پابند نہیں ہے کہ اس کے لیے وجہ بیان کرے اور کسی جیوری، کسی کورٹ یا کسی ادارے کو مطمئن کرے۔ بیعت کے نظام میں یہ امیر کا اختیار مطلق ہے، اختصاص کے ساتھ اس کا حق (prerogative) ہے کہ جس کو چاہے وہ کسی منصب پر مقرر کرے اور جب چاہے اس سے معزول کر دے۔

مزید برآں کسی کے دل میں کسی عہدے کی طلب نہیں ہونی چاہیے۔ ہاں کسی کے دل میں یہ خیال ہو کہ میں اس کے لیے زیادہ اہل ہوں تو اس پر گرفت نہیں، اس لیے کہ یہ خیالات اور وساوس کے درجے کی چیز ہے، جس پر انسان کو کنٹرول نہیں ہے۔ لیکن عہدے اور منصب کا طالب ہونا، یہ بات بالکل اس نظام کے خلاف ہے، قطعاً اس کی نفی کرنے والی ہے۔ اور اس میں جو بات عام طور پر لوگ نہیں سمجھتے اس پر میں آج چاہتا ہوں کہ آپ غور

کریں۔ ہمارے سامنے معیار یہی رہتا ہے کہ فلاں شخص بہت متقی ہے، متدین ہے، عبادت گزار ہے، زیادہ محنتی ہے، زیادہ بھاگ دوڑ کرتا ہے، زیادہ active ہے۔ لیکن تنظیموں اور جماعتوں یا حکومت میں عہدوں کے معاملے میں تدین، تقویٰ، دین داری، زہد اور بے نفسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ اس میں اصابت رائے، معاملہ فہمی، موقع شناسی اور انسان شناسی یعنی انسان کو پرکھنے اور evaluate کرنے کی صلاحیتیں بھی موجود ہیں یا نہیں! اگر یہ صلاحیتیں نہیں ہیں تو مجرد وہ چیزیں تحریک اور حکومت دونوں میں کسی کو منصب کے لیے قابل اور اہل قرار نہیں دے سکتیں۔

اس ضمن میں سب سے بڑی مثال آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جس کے بعد آپ کو میری اس بات پر ایک لمحے کا بھی شک نہیں رہ جائے گا۔ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، زہد، فقر، تدین اور تقویٰ میں اس قدر بلند مقام پر تھے کہ خود حضور ﷺ نے سند دی ہے: ((مَنْ کَانَ یَسُرُّہٗ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی زُھْدِ عِیْسٰی فَلْیَنْظُرْ اِلٰی صَاحِبِیْ اَبِیْ ذَرٍّ)) ’’جس کسی کو یہ پسند ہو کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کا زہد اپنی آنکھوں سے دیکھے وہ میرے ساتھی ابوذرؓ کو دیکھ لے۔‘‘ ایک حدیث نظر سے گزری، جس میں حضور ﷺ نے صحابہؓ میں سے اپنے محبوبین کی ایک فہرست دی ہے، جس میں حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت ابوذرؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے نام ہیں۔ یہ سب کے سب فقراء صحابہؓ میں سے ہیں۔ لیکن یہی ابوذرؓ ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ حضور! مجھے بھی کہیں کا عامل بنا دیجیے، تو فرمایا: ’’نہیں ابوذرؓ! تم ضعیف ہو اور یہ امانت ہے۔‘‘ غور کیجیے، ضعیف کس اعتبار سے تھے؟ کیا وہ خیانت کر سکتے تھے؟ کیا ان کی للّٰہیت میں کوئی کمی تھی؟ لیکن اصابت رائے اور توازنِ فکر کے اعتبار سے آپؓ کمزور تھے۔ اور بعد میں ثابت ہو گیا کہ آپؓ میں واقعی وہ توازن نہیں تھا۔ ان میں زہد کی وہ انتہا تھی کہ وہ اس رائے تک پہنچ گئے کہ سونا چاندی مجرد اپنے پاس رکھنا بھی جائز نہیں ہے اور اس پر انہوں نے سورۃ التوبۃ کی ’’آیت کنز‘‘ کا انطباق کر دیا کہ وہ سونا اور چاندی تپا تپا کر ان کے ماتھوں پر، ان کی پیٹھوں پر اور ان کے چہروں پر داغ کر لگائے جائیں گے۔ زہد کے غلبے کی بنا پر آپؓ اس درجے عدم توازن کا شکار ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجبوراً پھر انہیں مدینہ سے نکل جانے کی سزا دی۔ اس لیے کہ اس طرح ایک بہت بڑا فتنہ اٹھ رہا تھا۔

حضور ﷺ نے جو توازن دیا تھا اسے میں نے الحمدللہ ’’اسلام کا معاشی نظام‘‘ میں واضح کیا ہے کہ اسلام کے معاشی نظام دو ہیں۔ ایک روحانیت کی سطح پر ہے اور ایک قانون کی سطح پر۔ قانونی سطح پر آپ جائز سے کمائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد باقی اپنے پاس رکھیں تو آپ پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ وہ پھر آپ کی وراثت میں منتقل ہو جائے گا۔ جبکہ روحانیت یہ ہے کہ زائد از ضرورت اپنے پاس کچھ نہ رکھو۔ ﴿وَیَسْـَٔلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط﴾ توکل کرو کہ آج اللہ نے میری ضرورت پوری کر دی ہے تو کل بھی کر دے گا۔ لیکن یہ روحانیت رضاکارانہ اور اختیاری ہے، جبری نہیں۔ کمیونزم نے جبری طور پر جو کچھ کیا، اس کا حاصل کچھ بھی نہیں ہوا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ مغلوب الحال تھے۔ جب آپؓ کا انتقال ہوا تو اُس وقت بھی آپ رو رہے تھے کہ میرے خلیل اور میرے حبیب ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ تم لوگ اپنے گرد سانپ اور بچھو (یعنی دُنیوی ساز و سامان) اکٹھے کر لو گے، آج میرا بھی حال یہی ہے کہ سانپ اور بچھو میرے گرد جمع ہیں۔ آپؓ کی وفا شعار بیوی اس جلاوطنی میں بھی آپؓ کے ہمراہ تھیں جبکہ صحرا کے اندر کہیں ایک کٹیا ڈال کر پڑے ہوئے تھے، ایک بکری تھی جس کا دودھ پی لیتے تھے۔ ان حالات میں بھی بیوی نے آخری وقت تک ساتھ دیا۔ تو اس وفا کے پیکر نے کہا کہ آپ کو کون سے سانپ اور بچھو نظر آ رہے ہیں؟ آپؓ نے کٹیا میں موجود معمولی چیزوں مثلاً توا اور چمٹا وغیرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہیں وہ سانپ اور بچھو۔

اب ظاہر ہے کہ جس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی گئی ہے اسے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کسی شخص میں یہ منصب سنبھالنے کی کتنی صلاحیت ہے۔ اور نظام بیعت کا تقاضا یہ ہے کہ عزل اور نصب دونوں کا پورا معاملہ کلیتاً اس کے اختیار میں ہو۔ اس کے لیے وہ پابند نہیں ہے کہ کہیں اپنی بات کو ثابت کر سکے، کہیں لوگوں کو قائل کر سکے۔ یہ اس کا اختیار ہے، اس کی سوچ ہے، اس کا جائزہ ہے، اس کی ججمنٹ ہے، جس کے مطابق اس نے عمل کرنا ہے۔ اسی طرح عزل کا معاملہ اور بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ کسی شخص کو کسی منصب پر فائز کیا گیا اور اسے مقامی امیر یا حلقے کا امیر بنایا گیا تھا۔ اب امیر تنظیم کا یہ احساس ہے، جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی ہے، کہ اب ان صاحب کا اس منصب پر رہنا ہماری تنظیم اور تحریک کی مصلحت کے خلاف ہے، لہٰذا وہ انہیں معزول کرتا ہے۔ لیکن اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ ناراض ہو جائیں گے، کوئی منفی طرزِ عمل ظاہر ہو جائے گا اور کچھ نہیں تو مضمحل ہو جائیں گے، بے عمل اور غیر فعال ہو جائیں گے، کسل کا شکار ہو جائیں گے۔ اس سے بھی آگے ہو سکتا ہے کہ احتجاج کی ایک فضا پیدا کریں اور لوگوں میں اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹیں۔ یہ سارا کچھ امکان ہے۔ جب تک ہم اس سے اپنے دلوں کو خالی نہیں کر لیتے، سمجھ لیں کہ ہمیں نظم بیعت کا صحیح شعور حاصل نہیں ہوا۔ میں خود تسلیم کرتا ہوں کہ بسا اوقات کسی کو کہیں سے ہٹانے کا خیال ہوتا ہے تو سوچتا ہوں کہ اس پر اس کا کیا ردعمل ہو گا اور بعض مرتبہ ہم نے دیکھا ہے کہ پھر اس کا ایک منفی ردعمل سامنے آتا رہا ہے۔

اس ضمن میں بھی الحمدللہ ہمارے قرن اوّل میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نہایت تابناک مثال قائم کی ہے، جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معزول کر دیا تو انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے کیوں معزول کیا گیا ہے۔ نہ انہوں نے اس پر کوئی احتجاج کیا۔ فوج کا معاملہ بڑا احساس ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے ہاں بھی یہ اصول ہے کہ اگر کسی نیچے کے آدمی کو آؤٹ آف ٹرن اوپر ترقی دے دی جائے تو درمیان میں جن لوگوں کو وہ پھلانگ کر آیا ہے وہ سب مستعفی ہو جائیں گے یا ریٹائر کر دیئے جائیں گے۔ اس لیے کہ جو ان کا ماتحت رہا ہے، وہ اس کے ماتحت ہو کر کیسے کام کر سکتے ہیں! لیکن مثال وہ ہے کہ جو صحابہ کرامؓ نے قائم کی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سپہ سالاری سے معزول ہو کر بھی اسی محاذ پر رہے اور اسی سرفروشی اور اسی جاں فشانی کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہے اور اپنے جذبے میں قطعاً کوئی کمی کسی درجے میں نہیں آنے دی۔ اور یہ کہ لوگوں کے اندر بھی کوئی چہ میگوئی نہیں ہوئی کہ انہیں کیوں معزول کر دیا گیا، یہ تو بہت ہی مقبول تھے، ان کی وجہ سے تو ہمیں فلاں فلاں جنگوں میں فتح حاصل ہوئی تھی۔ کچھ نہیں۔ بلکہ صحابہؓ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ فیصلہ اُس نے کیا ہے جسے اختیار ہے اور اس پر ہمارا اعتماد ہے، اس سے ہم نے بیعت کی ہے، اسے ہم نے خلیفہ مانا ہے، اس کا اختیار مطلق ہے۔ چنانچہ تبدیلی کا اتنا بڑا معاملہ ہوا ہے لیکن تاریخ نے اس پر کسی ردعمل کی نشاندہی نہیں کی۔

ایسے معاملات میں ہونا تو یہ چاہیے کہ اگر کسی ذمہ دار شخص کو ذمہ داری سے فارغ کیا جائے تو وہ سکون کا سانس لے کہ مجھ پر ایک بوجھ تھا، ذمہ داری تھی، میں اپنے ساتھیوں کے بارے میں مسئول تھا، اب اگر مجھے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا گیا ہے تو اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس بوجھ سے نجات مل گئی ہے۔ بجائے اس کے کہ کوئی

غصہ ہو، کوئی منفی طرزِ عمل ہو، یا خدانخواستہ کوئی تخریبی انداز اختیار کر لیا جائے۔ چنانچہ حال ہی میں میں نے ایک امیر حلقہ کو معزول کرتے ہوئے انہیں معزولی کا جو خط ارسال کیا، اس میں لکھا تھا کہ آپ کے لیے بہت بڑا امتحان ہے کہ آیا آپ حضرت خالد بن ولیدؓ کے اُسوہ پر عمل کرتے ہوئے، وہیں رہتے ہوئے اور پہلے سے بھی زیادہ سرفروشی اور جاں فشانی کے ساتھ کام کرتے ہیں یا نہیں! لیکن اس میں عام رفقاء کا بھی امتحان ہے کہ ایسے معاملات کا خواہ مخواہ چرچا نہ کریں کہ وجوہات کیا ہوئیں؟ بھئی آپ کو وجوہات معلوم کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ جس کا اختیار تھا، اس نے اپنا اختیار استعمال کیا ہے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ امیر اس بات کا پابند نہیں ہے کہ آپ کو وجوہات کے معاملے میں قائل کرے اور پہلے آپ سے منوائے۔ صحیح ہوا یا غلط، آپ اس چکر میں نہ پڑیں۔ جس کے ہاتھ پر آپ نے بیعت کی ہے، یہ اس کا فیصلہ ہے۔ تنظیم اسلامی اور اس تحریک کی مصلحت ہم سب کو بہت عزیز ہے۔ تو کیا اُسے عزیز نہیں ہے جس نے یہ سارا معاملہ شروع کیا، جس نے لوگوں کو جمع کیا اور جس نے اپنی پوری زندگی اس کام میں لگا دی۔ اس میں شک نہیں کہ میرے بہت سے ساتھیوں نے بھی اپنی پوری زندگی اس کام میں لگا دی ہے، لیکن پھر بھی ایک فرق تو رہے گا کہ داعی کی حیثیت میری ہی ہے، باقی حضرات میں سے کچھ بہت پہلے آ گئے تھے، کچھ ذرا بعد میں آئے اور کچھ مزید بعد میں آئے ہیں۔ چنانچہ ع راہ رو ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا! بہت سینئر لوگ بھی ہیں، نووارد بھی ہیں بہرحال ایسے معاملات میں معزول ہونے والے حضرات کا امتحان بھی ہوتا ہے، وہاں کے رفقاء کا بھی اور باقی سب رفقائے تنظیم کا بھی کہ خواہ مخواہ اس کھود کرید کے اندر نہ پڑیں کہ یہ کیوں ہوا، کس لیے ہوا؟ آپ کو اس سے کچھ سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ متذکرہ بالا حلقہ میں امارت کی تبدیلی بڑے احسن انداز سے عمل میں آئی ہے۔ معزول ہونے والے امیر حلقہ نے نئے امیر حلقہ کو خوش آمدید کہا ہے اور ان کی دلجوئی کے لیے یہ الفاظ بھی استعمال کیے ہیں کہ ایک زمانے میں آپ یہاں ہمارے ناظم کی حیثیت سے آئے تھے اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ آج آپ امیر حلقہ کا چارج سنبھال رہے ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ اب ہم بوڑھوں کو تو بہرحال ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونا چاہیے اور آپ نوجوانوں کو یہ ذمہ داریاں سنبھالنی چاہئیں، اور یہ کہ میں یہاں ہر طرح کے تعاون کے لیے حاضر ہوں۔ الحمد للہ کہ وہ اس امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسی پر انہیں قائم رہنے دے!

بہرحال یہ سپرٹ تنظیم کے اندر ہر سطح پر پیدا ہونی چاہیے کہ نصب وعزل دونوں کا اختیار مطلقاً امیر تنظیم کے پاس ہے، چاہے امراء حلقہ ہوں یا مقامی امیر ہوں۔ ہاں مقامی امیر کے ضمن میں ہم رفقاء سے رائے لے لیتے ہیں، اگرچہ رائے یعنی ووٹنگ کی بنیاد پر فیصلہ نہیں ہوتا، البتہ ہمیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس شخص کو ہم امیر بنانا چاہتے ہیں اس پر وہاں کے رفقاء بھی کتنا کچھ اعتماد کرتے ہیں۔ اسی طرح امیر حلقہ کی تقرری کے لیے بھی مشورہ کیا جاتا ہے۔ پہلے جو ناظمین حلقہ ہوا کرتے تھے ان کے معاملے میں تو کسی مشورے کی ضرورت نہیں تھی۔

اس حوالے سے ایک خاص بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں حلقہ جاتی نظام کے اندر تدریجاً ایک ترقی ہوئی ہے، اور اس ترقی کے جو نتائج و ثمرات نکلنے چاہئیں اس کا ہمیں شعور ہونا چاہیے۔ ابتدا میں آپ کو یاد ہو گا کہ ناظمین حلقہ جات ہوتے تھے اور یہ سب بیت المال سے تنخواہ لیتے تھے، ہمہ وقت کارکن تھے۔ اُس وقت ان کے نام کے ساتھ امیر کا لفظ نہیں لگتا تھا۔ اس اعتبار سے بھی معاملہ ایک درجہ کم رہتا تھا۔ ثانیاً ان کی حیثیت درحقیقت مرکز کے نمائندوں کی ہوتی تھی۔ لیکن ہماری تنظیم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا ہے کہ رفتہ رفتہ ایسے حضرات حلقوں کے اندر آ گئے جو اپنی معاش میں خود کفیل ہیں، اپنے کاروبار بھی کر رہے ہیں اور تنظیمی ذمہ داریاں بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔ ایسے حضرات کا تقرر بطور امیر کیا جاتا ہے۔ ان کے لیے تنظیم کی طرف سے زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ انہیں کچھ سہولتیں بہم پہنچا دی جائیں، مثلاً کوئی سواری کا معاملہ ہو یا کہیں مکان کے کرائے کا معاملہ ہو، لیکن کسی سطح پر کوئی امیر تنظیم کی طرف سے تنخواہ یافتہ نہیں ہوتا۔ اب ہمارے ہاں حلقوں کی اکثریت جو ہے وہاں امراء موجود ہیں۔ یہ امراء اب لائن آف کمانڈ میں ہیں اور ان کا معاملہ وہی ہونا چاہیے جو میں اس سے پہلے آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں۔ لائن آف کمانڈ میں سب سے اوپر امیر تنظیم ہے، پھر امیر حلقہ، پھر امیر مقامی جماعت۔ اور اس ضمن میں، جیسے میں نے آپ کو بتایا، مقامی امراء کے لیے بھی سمع وطاعت اور نصح وخیر خواہی کی وہی روح رہنی چاہیے اور حلقہ جات کے امراء کے لیے بھی۔ اگر آپ کے خیال میں ان کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے تو آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کی طرف سے اپنے دل پر میل نہ آنے دیں، جس کو غل کہا گیا ہے۔ ایک قرآنی دعا کے الفاظ ہیں: ﴿وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے اللہ! کسی بھی صاحب ایمان کے لیے ہمارے دل میں کدورت نہ پیدا ہونے دے۔'' تو یہ جذبہ خاص طور پر امراء کے لیے ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ امیر کبھی ڈانٹ بھی دے گا، باز پرس بھی کرے گا۔ کبھی ہوسکتا ہے کہ اس کا مزاج اُس وقت ٹھنڈا ہے تو وہ بڑے ٹھنڈے انداز میں جواب طلبی کرے گا، لیکن کسی وقت اس کا مزاج کسی وجہ سے گرم ہو تو وہ اسی گرم انداز میں جواب طلبی کرے گا۔ یہ سارے ہی امکانات ہوتے ہیں۔ تو مطلوب رویہ اس پر صبر کرنا، اس کو جھیلنا، اس کو برداشت کرنا اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ کے ہاں جزائے اُخروی کا امیدوار بننا ہے، جس کے لیے حدیث میں ''اِحْتِسَابًا'' کا لفظ آیا ہے۔ ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ)) یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر اجر وثواب ملے گا۔

یہ چند باتیں میں آج آپ کے سامنے رکھنا چاہتا تھا کہ ہمیں اپنے فکر کی ان تین اساسات کو از سرِنو دیکھ لینا چاہیے، اپنے دلوں کو ٹٹول لینا چاہیے، اپنے ذہنوں کو scan کرنا چاہیے، اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیے، اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں اس کے خلاف تو نہیں ہو رہا ہے۔ اس اعتبار سے اس کی بڑی اہمیت ہے کہ ہمیں اپنے قافلے کو اب از سرِنو ایک ہمت کے ساتھ، ایک عزیمت کے ساتھ، ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ آگے بڑھانا ہے، کہ ع ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا!

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر مغل خاندان کو اپنی کنواری بیٹی، عمر 36 سال، قد 5 فٹ 6 انچ، سکول ٹیچر کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرِ روزگار ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4806307

☆ لاہور میں مقیم راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم ایم فل، کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ اور خوب سیرت لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0343-6977925

''اقامتِ دین کی جدوجہد فرضِ عین ہے!''

چند اشکالات اور اُن کے جوابات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب!

السلام علیکم

عرصۂ دراز کے بعد آپ سے سلسلہ جنبانی کا ارادہ ہوا۔ گزشتہ ڈیڑھ دو سال کے دوران میں نے شاہ ولی اللہؒ ابوالحسن علی ندویؒ سید قطب شہیدؒ علامہ مشرقی، علی عزت بیگو وچ، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، جاوید احمد الغامدی، الطاف جاوید، ڈاکٹر افتخار آغا، کانٹ کا فلسفہ، گبن کی تاریخ، ابن خلدون کا مقدمہ اور امام غزالی کی احیاء العلوم کا مطالعہ کیا۔ پروفیسر محمد اجمل خاں کے نظریہ ''قرآن کی ترتیب نزولی'' کو سمجھنے کا موقع ملا۔ اس ساری تمہید کا مقصد یہ ہے کہ دورانِ مطالعہ مجھے آپ کے اس احسان کا شدت سے احساس ہوا کہ اگر آپ کی رفاقت میسر نہ ہوتی تو ان دقیق کتابوں کو کبھی نہ سمجھ سکتا۔ قرآن حکیم کا 25 سالہ مطالعہ مفکرین کے فکری جھول کو بھی واضح کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوا، جس پر راقم آپ کا شکر گزار ہے۔

آپ کی احسان مندیوں کا تقاضا ہے کہ آپ کی جو چیزیں سمجھ میں نہ آئیں وہ آپ سے پوچھوں اور اپنی رائے بھی دوں۔

ہمدرد ہال راولپنڈی میں آپ نے اپنی فکر کا صغریٰ کبریٰ درج ذیل انداز میں بیان کیا:

1) اقامت دین کی جدوجہد فرضِ عین ہے۔
2) اس جدوجہد کے لیے جماعت لازم ہے۔
3) اس جماعت کا نظم ایسا ہونا چاہیے کہ اس کے امیر کے ہاتھ پر بیعت سمع و طاعت فی المعروف لازم ہو۔

مندرجہ بالا تنقیحات سے جو سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کا جواب مطلوب ہے:

1) فرضِ عین کسے کہتے ہیں؟
2) جو مسلمان مندرجہ بالا لوازمات پورے نہیں کر رہے کیا وہ فرضِ عین کے تارک ہیں؟ بنابریں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں؟
3) آپ کے بیان کردہ لوازمات پر صرف اڑھائی تین ہزار رفقائے تنظیم ہی پورے اترتے ہیں۔ باقی سوا ارب مسلمان جو مسلسل فرضِ عین کو ترک کیے ہوئے ہیں، رفقائے تنظیم کو ان کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے، بالخصوص ایسے رشتہ دار، اقرباء اور واقف کار جن پر مندرجہ بالا فکر کو بھی واضح کر چکے ہوں؟
4) وہ شخص جو پہلے اقامت دین کی جدوجہد کے فرضِ عین ہونے اور سمع و طاعت فی المعروف والی جماعت میں شامل ہونے کو فرضِ عین نہ سمجھتا ہو، آپ نے یا رفقائے تنظیم نے تبلیغ کے ذریعہ اس پر واضح کر دیا لیکن پھر بھی وہ اسے فرضِ عین ماننے سے انکاری ہے، کیا ایسے منکر فرضِ عین کو آپ دائرۂ اسلام سے خارج سمجھیں گے یا نہیں؟ دونوں شکلوں میں دلیل دیجیے!
5) کیا رفقائے تنظیم کو ایسے ائمہ کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے جنہیں وہ فرضِ عین کا تارک سمجھ رہے ہوں اور ان پر واضح بھی نہ کر رہے ہوں کہ ہم آپ کے پیچھے اگر نماز پڑھ رہے ہیں تو بالا کراہ پڑھ رہے ہیں، کیونکہ آپ کسی ایسی جماعت میں نہیں ہیں جس کا نظم بیعت سمع و طاعت فی المعروف پر مبنی ہو؟ اگر وہ آپ کے مندرجہ بالا لوازمات کو جاننے کے بعد نہ مانے تو کیا پھر بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے؟ جبکہ اس انکار پر وہ فرضِ عین کا تارک قرار پائے گا۔

امید ہے آپ جواب سے مطلع فرمائیں گے۔

والسلام

ایک طالب حق

جواب

محترمی و مکرمی ——— وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاجِ گرامی

میرے ''فکر کا صغریٰ کبریٰ'' جو آپ نے تین نکات کی صورت میں بیان کیا ہے، ان میں سے پہلے دو تو صدفی صد درست ہیں، البتہ تیسرے کے بارے میں مَیں بارہا وضاحت کر چکا ہوں کہ اقامتِ دین کی جدوجہد کے لیے جماعت سازی کے ضمن میں خود تو ''منصوص، مسنون اور ماثور'' بیعت سمع و طاعت فی المعروف کو ترجیح دیتا ہوں، البتہ کسی دستوری بیعت کو بھی مباح سمجھتا ہوں۔

رہے آپ کے سوالات تو ان کے ضمن میں بنیادی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ میری ساری گفتگو ''اسلام'' کی سطح پر نہیں بلکہ ''ایمان'' کی سطح پر ہوتی ہے ——— ایمان اور اسلام کے مابین فرق کو واضح کرنے کے لیے ہی حضرت جبریل علیہ السلام آنحضور ﷺ کی خدمت میں آئے تھے ——— اور حدیث جبریلؑ کی ایک روایت کے مطابق آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ((هٰذَا جِبْرِیْلُ اَرَادَ اَنْ تَعَلَّمُوْا اِذْ لَمْ تَسْاَلُوْا)) (مسلم) حالانکہ یہ واضح ہے کہ اس میں سوائے ''احسان'' کی تعریف کے کوئی بات نئی نہ تھی ——— پہلی دونوں چیزیں صحابہ کرامؓ کے علم میں تھیں ——— البتہ ان کا بیک وقت تقابل جس طرح سورۃ الحجرات کی آیات 14، 15 میں ہوا ہے، اسی طرح کا تقابل یہاں تلقین کیا گیا ہے ——— بدقسمتی سے ہمارے قرونِ اولیٰ کے بعد وہ تین چیزیں جو ایک ہی سلسلے کی تین کڑیاں تھیں، تدریجاً مختلف دائروں میں منقسم اور جداگانہ حلقوں کی توجہ کا مرکز بن گئیں ——— یعنی ''اسلام'' جس پر مسلمان معاشرے اور ریاست کی شہریت کی بنیاد ہے، علماء کرام اور مفتیانِ عظام کی توجہ کا مرکز بن گیا ——— ''ایمان''، متکلمین کا میدان قرار پایا اور ''احسان''، صوفیاء کرام کا موضوع بن گیا!

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ اسلام کی اصل بنیاد کلمۂ شہادت یعنی اقرار باللسان پر ہے (اگرچہ فقہاء اس میں تصدیق کا اضافہ کرتے ہیں، لیکن اگر اس سے تصدیق باللسان مراد ہے تو وہ تو وہی بات ہوئی، لیکن اگر تصدیق قلبی مراد ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی توثیق یا تردید کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے)۔ اس اسلام کے ارکان وہی پانچ ہیں جن کا ذکر نہ صرف حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مشہور حدیث میں ہے بلکہ خود حدیث جبریلؑ میں بھی ہے ——— اعمال کا درجہ اس ضمن میں ثانوی ہے۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول کہ کوئی مسلمان گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے بھی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، صدفی صد درست ہے ——— البتہ میرے نزدیک ''ایمانِ حقیقی'' میں ان پانچ ارکانِ اسلام پر دو اضافی ''ارکان'' مستزاد ہو جاتے ہیں یعنی ''یقین'' دل میں اور ''جہاد فی سبیل اللہ'' عمل

میں! (بفحوائے آیت 15' سورۃ الحجرات) —— اور اسی اعتبار سے میں اقامت دین کی جدوجہد کو ''فرضِ عین'' قرار دیتا ہوں' البتہ اس کے تارک کو ہرگز نہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں نہ ہی ''گناہِ کبیرہ'' کا مرتکب خیال کرتا ہوں —— ایسے سب لوگ یا تو غفلت اور غلط فہمی کا شکار ہیں' یا اگر میرے فکر سے بالکلیہ متفق ہونے کے باوجود عملاً اس سے کنارہ کش ہیں تو ضعف ایمان میں مبتلا ہیں یا ''ضعف ارادہ'' کے نفسیاتی مرض کا شکار ہیں — تاہم ایسے سب لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے پیچھے نماز جائز ہے' بفحوائے فرمانِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام: ((وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ)) (ابوداؤد)

رفقائے تنظیم کا اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ سلوک اس حدیث نبویؐ کی رو سے ہوگا کہ ((لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتَّةٌ)) اس لیے کہ جیسے کہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ سب دائرۂ اسلام میں داخل وشامل ہیں' اِلّا یہ کہ ان میں سے کوئی دین کی بنیادی باتوں میں سے کسی کا انکار کرے یا اس سے کوئی ایسا عمل ظاہر و باہر طور پر سرزد ہو جو ''کفر بواح'' یا ''شرکِ جلی'' کا آئینہ دار ہو' مثلاً کسی بت کو سجدہ کر لینا وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ کسی مدعیٔ اسلام کو کافر یا غیر مسلم یا دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا یا تو اسلامی حکومت کا کام ہے یا اس کی عدم موجودگی میں مفتیانِ کرام اور فقہائے عظام کا کام ہے' اور وہ بھی ''قضا'' کے جملے تقاضے پورے کرنے کے بعد! —— یہ کام انفرادی طور پر بڑے سے بڑا شخص بھی نہیں کر سکتا۔

امید ہے کہ میری ان وضاحتوں سے آپ کی اور آپ کے رفقاء کی بھی تسلی ہو جائے گی —— اور ایسے دوسرے حضرات کو بھی اطمینان ہو جائے گا جو بعض اوقات میری خطیبانہ شدت کی بنا پر مغالطوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں —— فقط والسلام

خاکسار

اسرار احمد عفی عنہ

اناللہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ پنجاب شرقی، بہاول نگر کے رفیق حفیظ الرحمٰن چشتی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0334-7021230

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کے منفرد اسرہ تونسہ شریف کے مبتدی رفیق عمران ابراہیم کے والد وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0331-7335322

☆ حلقہ پنجاب شرقی، ساہیوال کے رفیق انجینئر محمد سعید کے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0322-7670791

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور صدر کے رفیق محترم ممتاز علی سواتی کی بیٹی وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ گوجرانوالہ، گجرات کے رفیق محترم محمد انصر شہزاد کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0314-4416377

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کے منفرد رفیق محمد کامران خالد کے ماموں وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0302-7980636

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

امیر تنظیم اسلامی کی مصروفیات

(14 تا 20 فروری 2019ء)

جمعرات (14 فروری) کو صبح 9 بجے تا نمازِ ظہر مرکز تنظیم اسلامی ''دارالاسلام'' میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ جمعہ (15 فروری) کو مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد نمازِ عشاء جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں منعقدہ ایک محفل نکاح میں خطبہ دیا۔ ہفتہ (16 فروری) کو دن 11:30 بجے قرآن اکیڈمی میں امریکہ سے آئے جناب ممنون احمد مرغوب سے ملاقات رہی۔ بعدازاں' ان کے ہمراہ مرکز تنظیم اسلامی دارالاسلام روانگی ہوئی' جہاں معزز مہمان کو تنظیم کے نئے مرکز کا visit کرایا گیا اور حاضر مرکزی ذمہ داران کے ساتھ ملاقات کی نشست رہی۔

اتوار (17 فروری) کو صبح 6 بجے شیڈول کے مطابق حلقہ سرگودھا کے دورے پر روانہ ہوئے۔ 8:45 پر حلقہ سرگودھا کے ناظم تربیت کی رہائش گاہ پہنچے' جہاں ناشتے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جامع القرآن سرگودھا میں حلقے کے رفقاء کے ساتھ اجتماعی ملاقات کے پروگرام کا آغاز طے شدہ وقت کے مطابق 10 بجے ہوا۔ سب سے پہلے امیر حلقہ نے مقامی امراء کا' پھر مقامی امراء نے اپنے نقباء کا اور پھر نقباء نے نئے رفقاء کا تعارف کرایا۔ بعدازاں' سوال و جواب کی بھرپور نشست ہوئی۔ امیر محترم نے تمام سوالوں کے تفصیلی جواب دیے۔ 11:45 پر حلقہ کی شوریٰ کے ساتھ ملاقات میں اراکین سے تعارف حاصل کیا اور شرکاء کے ساتھ تنظیمی اور دیگر امور پر تفصیلی گفتگو رہی۔ سوالات کے جواب بھی دیے۔ یہ نشست 1 بجے تک جاری رہی۔ نمازِ ظہر کے بعد 1:30 پر خصوصی طور پر مدعو کیے گئے تقریباً 100 زیرِ دعوت احباب سے خطاب کیا' جس میں سورۃ العصر کی روشنی میں انسان کی کامیابی کی بنیادی شرائط بیان کیں۔ اس دورے کے دوران منعقدہ تمام نشستوں میں امیر حلقہ اور نائب ناظم اعلیٰ (پاکستان وسطی) بھی شریک رہے۔ اجتماعی ظہرانے کے بعد 2:30 پر امیر محترم کی لاہور واپسی کے لیے روانگی ہوئی۔

سوموار (18 فروری) کو دن 11 سے دوپہر 2:30 بجے تک دارالاسلام میں تنظیمی امور نمٹائے۔ منگل (19 فروری) کو صبح 10:30 سے دوپہر 12:30 تک دارالاسلام میں تنظیمی امور نمٹائے۔ بعد نمازِ ظہر قرآن اکیڈمی میں تیمر گرہ سے آئے بزرگ رفیق جناب محمد فہیم سے ملاقات رہی۔ اسی روز بعد نمازِ عشاء طے شدہ شیڈول کے مطابق حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم اندرون شہر کے رفقاء سے اجتماعی ملاقات کا پروگرام ہوا۔ معمول کے مطابق امیر حلقہ نے مقامی امراء کا' مقامی امراء نے اپنے اپنے نقباء کا پھر نقباء نے نئے رفقاء کا تعارف کرایا۔ بعدازاں' سوال و جواب کی بھرپور نشست ہوئی۔ آخر میں امیر محترم نے سورۃ العصر کے حوالے سے تذکیر فرمائی۔ اس پروگرام میں ناظم اعلیٰ بھی شریک ہوئے۔ بدھ (20 فروری) کو صبح 10 تا نمازِ ظہر قرآن اکیڈمی میں تنظیمی امور نمٹائے۔ (مرتب: محمد خلیق)

اللہ کی برہان

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

افغانستان میں قیامِ امن کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ طالبان کے حوالے سے دنیا پر ایک سناٹا سا بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ افغانستان میں پھیلے بکھرے بے چہرہ جنگجو جو 18 سال نظر بھی نہ آئے، دنیا کی مجموعی طاقت کا مقابلہ یوں کیا کہ ان کا اپنے سپہ سالار، امیر سے رابطے کی بھی کوئی صورت نہ تھی۔ ساری جنگ زمانۂ قدیم کی طرز پر ہر نوعیت کے مواصلاتی ذرائع کے بغیر لڑی گئی۔ ہر فرد اپنی جگہ گویا ''ملت کے مقدر کا ستارہ'' بنا اپنے حصے کی ذمہ داری بھرپور نبھا رہا تھا۔ موجودہ دنیا کی تاریخ میں لڑی جانے والی کمزور اور بڑی طاقتوں کے درمیان جنگوں سے اس کا موازنہ ممکن نہیں۔ کیونکہ کیوبا کو امریکہ نے سرد جنگ کے عروج پر آنکھیں دکھائیں تو پس پشت روس تھا، جب جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ ویت نام کے پیچھے چین تھا۔ روس کے خلاف افغانستان جہاد پر امریکی، سی آئی اے کی جنگ کی تہمت میڈیا کے کمالات تھے، ورنہ وہ بھی ایک معجزے اور شعبدے سے کم نہ تھی۔ مجاہدین کی کامیابیوں کے بعد (جس کی بنیاد ان کا ازلی ایمان اور عزم واستقامت تھی) امریکہ براستہ پاکستان اثر انداز ہوا۔ ان سے بڑھ کر ہماری مدد ہوئی۔ F-16 کا حصول اور ایٹمی پروگرام کی تکمیل!

طالبان دور کی حالیہ 18 سالہ جنگ میں حقیقت کھل کر سامنے آ گئی۔ کیونکہ اس مرتبہ پاکستان سمیت دنیا بھر میں ان کا کوئی ایک بھی ہمنوا، پشت پناہ نہ تھا۔ ہم تو ڈنکے کی چوٹ پر فرنٹ لائن اتحادی اور نان نیٹو اتحادی ہونے کا ''اعزاز'' آخر تک فخریہ بیان کرتے رہے۔ اب بھی وقتاً فوقتاً امریکہ کو باور کرواتے ہیں کہ ہم نے امریکہ کی خاطر بھاری قربانیاں دیں۔ بلکہ انہیں کیش کروانے کے چکر میں رہتے ہیں۔ نیٹو سپلائز، بندرگاہوں، ہوائی اڈوں کے ذریعے اس جنگ میں امریکہ کی سہولت کاری میں ہم نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، مسلسل 18 سال۔ حقائق کو مسخ کر کے ہم صرف خود کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اب ہمیں سجدۂ سہو کی ضرورت ہے، بہ نسبت اب بھی دوغلے پن سے کام لینے کے......

برسرِ زمین طالبان کی کامیابی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ صرف پشتون تحریک نہیں ہے، جیسا کہ ہمارے میڈیا میں آتا رہا، بلکہ دیگر نسلی اکائیاں، تاجک ازبک بھی طالبان تحریک کا فعال حصہ ہیں۔ کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ بلکہ بدخشاں، تخار، قندوز، مزار شریف میں جہاں پہلے نسبتاً کمزور تھے، وہاں بھی قوت پکڑ گئے ہیں۔ ہم نے بڑھک ماری کہ طالبان کو مذاکرات پر آمادہ کرنے اور میز پر بٹھانے میں ہم نے کارگزاریاں دکھائیں۔ اس پر طالبان نے فوراً نوٹس لے کر ریکارڈ درست کیا کہ ''اس سلسلے میں کسی ملک کا کردار نہیں۔ اس سلسلے میں ہمیشہ ہماری اپنی پالیسی ہی کا عمل دخل رہا ہے۔ پاکستان کے ساتھ باہمی مفادات پر برادرانہ تعلقات رکھیں گے۔'' زلمے خلیل زاد ملک ملک افغان امن کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ بلجیئم، جرمنی، ترکی، قطر، پاکستان، افغانستان کے سفر پر ہیں۔ گلے میں پھنسی ہڈی تو ''شریعت'' ہی ہے، طالبان جس سے کم پر بات کرنے پر راضی نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ:

''اسلامی حکومت بنائیں گے تو آئین میں ضروری تبدیلیاں کر کے اسے شریعت کے مطابق بنائیں گے۔ موجودہ آئین امریکی مفادات کے تحت بنایا گیا تھا۔ کوئی ملک ایسا آئین قبول نہیں کرے گا جو اس وقت تیار اور مسلط کیا گیا ہو جب بمباری جاری تھی۔ آبادی سو فیصد مسلم ہے۔ ہمارا آئین ہمارے لیے بنایا جائے گا (امریکہ کے لیے نہیں!)۔ شریعت کی تعلیمات کی روشنی میں نافذ کیا جائے گا۔ علماء غلطیوں کی نشاندہی کریں گے۔ طالبان نے ایک اسلامی معاشرے کا خواب دیکھا تھا جس کے لیے ہماری قوم نے 20 لاکھ افراد کی قربانی دی۔ (کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا)۔ آئندہ حکومت تمام قومیتوں کی سیاسی نمائندگی کرے گی۔'' (عصبیت اچھالنے، ابھارنے کا امریکی حربہ ناکام بنا دیا)۔

اپنے مقاصد میں انہوں نے سرِ فہرست، غیر ملکی قبضے کا خاتمہ یعنی امریکی افواج کا انخلاء، اسلامی حکومت کا قیام رکھا ہے۔ امن وامان کی بحالی، افغانستان کی تعمیر نو اور انتظامی امور کی فراہمی ان کی ترجیحات ہیں۔ ترجمان امارات اسلامی کا یہ پورا موقف اٹل اور مضبوط ہے۔ کل ملاّ عمرؒ نے امریکہ کو پورے یقین اور اطمینان سے کہا تھا: ''تمہارے پاس گھڑی ہے، ہمارے پاس وقت''۔ آج مذاکرات بھی عین اسی فضا میں ہو رہے ہیں۔ جس ''شریعت'' سے نجات دلانے، عورت کو ویلنٹائنی بنانے کے لیے 49 ممالک نے سرتوڑ جنگ لڑی، آج گھڑی بھی کے منہ پر بارہ بجا رہی ہے، کیونکہ افغانستان دوبارہ عین اسی ''شریعت'' کے مقام پر آن کھڑا ہوا ہے بیس لاکھ جانیں اس پر نچھاور کر کے! جس قوم نے بے بہا قربانیاں دے کر، چھین کر آزادی لی ہے، ہم اگر اب بھی آنکھیں کھول کر حقیقت نہ سمجھیں، سفارتی سیاسی ہیرا پھیری کر کے (انہیں دیئے گئے) گہرے زخموں پر نمک چھڑکیں تو یہ بھاری المیہ ہوگا۔ جس اقبال کو آپ نے نصابوں سے نکال کر نظریۂ پاکستان بھلانا مسخ کرنا چاہا تھا، طالبان اسی اقبال کا زندہ کلام ہیں۔ اقبال کا مردِ مسلمان!

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان!
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن!
آہنگ میں یکتا صفتِ سورہ رحمٰن!
قہاری و جباری و قدوسی و جبروت!

مختصہ تو یہ ہے کہ 18 سال صرف جنگ ہی نہ لڑی امریکہ نے افغانستان کے نصاب، میڈیا، حکمرانی عورت سبھی کچھ بدلنے کی سرتوڑ کوشش کی۔

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملاّ کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

Indian false flag operations

Indian false flag operations have been a part of its strategy, in pursuit of the *Chanakyan* dictums of guile and deceit. The contemporary term false flag describes covert operations that are designed to deceive in such a way that the operations appear as though they are being carried out by entities, groups, or nations other than those who actually planned and executed them. The term originates from naval warfare, where the use of a flag other than the belligerent's true battle flag before *(but not while)* engaging the enemy has long been accepted as a permissible ruse de guerre; by contrast, flying a false flag *while* engaging the enemy constitutes perfidy.

India has been indulging in false flag operations for more than four decades but since 2014, when the "Butcher of Gujarat", Narendra Modi assumed the mantle of Prime Minister of India, such deceitfulness has become the order of the day. Carefully choreographed terror attacks are staged managed on Indian military installations while Pakistan is blamed for the assault.

Earlier, whenever a dignitary was to visit India, a false flag operation was conducted on Indian soil and Pakistan was painted in bad light. In January 1971, Indian spy agency RAW conducted a false flag operation in the form of hijacking an F-27 aircraft "Ganga", laden with passengers from India to Lahore. The hijackers were masquerading as Kashmiri freedom fighters. This false flag operation was orchestrated to blame Pakistan and use the incident to deny Pakistan over flight rights to dispatch logistic support to its beleaguered troops in East Pakistan. Resultantly, RAW and Indian troops expedited the secession of Pakistan's Eastern Wing.

In 1999, the Indian passenger aircraft 'hijacking' episode and its aftermath in Kabul was meant to portray Pakistan as supporter of terrorism in Kashmir and India was a victim of cross border terrorism.

The Chittisinghpura incident was staged on the occasion of visit of Bill Clinton to India in March 2000. A dozen Sikhs were gunned down by RAW operatives but the blame was put on Kashmiri Mujahedeen and Pakistan to brand them as terrorists. Terror attack on Indian Parliament by a handful of "militants" on December 13, 2001 was again a false flag operation, launched in the wake of the 9/11 attack, to bracket Pakistan with international terrorism. Since Pakistan had joined the US-led 'war on terror', India failed to mobilise International opinion against Pakistan at that time, India decided to take punitive action against Pakistan and deployed its forces in massive numbers along the entire length of the border and activated its forward air bases and moved forward its naval battle ships in the high seas. Pakistan military responded with equal grit and determination and forced the blood thirsty Indian military to pull back after 10 months of military standoff. Pakistan's participation in the 'war on terror' did hurt Indian machinations to portray Pakistan as a terror monger for a short period.

However, from 2001 till 2008, Lashkar-i-Taiba (LeT) and Pakistan were blamed for all acts of terror taking place in India which included Samjhota Express train blasts killing 59 Pakistanis, blasts in Mecca mosque Hyderabad and a mosque in Malegaon.

The Mumbai attack by ten terrorists on November 26, 2008 was yet another false flag operation designed to achieve several objectives. It was aimed at deflecting the attention of the world from occupied Kashmir where armed movement had suddenly transformed into unarmed movement after Amarnath land issue and had stunned the Indian policy makers; to halt composite dialogue which had covered ground and had reached a stage of taking decisions; to get LeT declared as terrorist organization by the UN

training camps in Muridke and Azad Kashmir; and lastly to destabilize Karachi with the help of MQM and TTP.

In January 2013, another drama of beheading two Indian soldiers along the Line of Control (LoC) in Kashmir was staged to reinvigorate cross border terrorism charge against Pakistan. It was alleged that the attackers dressed in uniform had come from Pakistan. This was made into an excuse to heat up the LoC and carryout merciless firing on the villages located along the LoC and the deployed Pakistani troops. Offensive statements were hurled by the then Army Chief Gen VK Singh (the one who claimed to have raised and trained a special technical unit for cross border terrorism in Pakistan, and after retirement joined BJP). That was the year when the incident of Indian spy Sarabjit Singh awarded death sentence was drummed up when he was killed by a prison-mate in Kot Lakhpat jail. In reaction, Pakistani Sanaullah Niazi interned in Jammu jail and set to be released was murdered by a Hindu prison-mate at the behest of RAW.

Ever since Modi assumed power in 2014, the number of false flag operations has been on the rise and now India has fresh motivation to target Pakistan. The advent of the China Pakistan Economic Corridor (CPEC) is much to the chagrin of India. Add to that the current negotiations between the Afghan Taliban and the U.S., India sees its role gradually diminishing in the region, while that of Pakistan expanding. It would not like to see Pakistan stabilize and prosper economically. The false flag operations have taken on a farcically high intensity as India is getting desperate. The incidents of Pathankot, Uri and now Pulwama are vivid examples of Indian false flag operations that are being orchestrated with insane frequently and Pakistan is getting the blame for them. Even international observers must be weary of the sham charades being churned out by the Indian propaganda machinery!

The capture of the Indian spy, Kulbhushan Jadhav, did expose the extent of RAW involvement via Afghanistan to create chaos in Pakistan, particularly the provinces of Baluchistan and KPK. But India wants to keep the pressure on Pakistan and isolate it diplomatically by using terrorism as an important tool in its hybrid warfare against our country.

The Pakistani foreign ministry, which remains headless, must get its act together and gear up to expose Indian deceit and guile, which have assumed huge proportions under the Indian National "Terrorism" Advisory, which is loaded with self-confessed terror mongers. Pakistani media too must take cognizance of Indian machinations and expose the true and hideous face of India, which has run out of ideas in its incessant false flag operations.

Source: ***Adapted from an article written by Sultan M Hali for daily Pakistan Observer***

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

لیکن! الٹی ہوگئیں سب تدبیریں! ہم اب بھی نہ سمجھیں گے جب اللہ نے ہم پر حجت تمام کر دی ہے۔ سر کی آنکھوں سے اللہ کی کبریائی نظر آتی ہے۔ مگر! ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے!

ہم کیا کر رہے ہیں؟ ویلنٹائن ڈے منا رہے تھے! جہالت کی کوئی حد تو ہو! لنڈے کی بدبو بھرا وہ مال امریکی منڈیوں سے خرید رہے ہیں جواب وہاں بھی متروک ہو رہا ہے۔ مغربی عورت اپنے استحصال سے خود بھی بے زار آ چکی ہے۔ اب وہاں اس دن کی ٹکر پر، مرد کی ہوسناکی کے حربے رد کر کے عورت ''جیلنٹائن ڈے'' منا رہی ہے۔ 13 فروری کو وہ سہیلیوں کا یہ دن منا کر ویلنٹائن ڈے کا منہ چڑا رہی ہیں۔ اس کے پیچھے فلسفہ یہ ہے کہ زندگی کا مقصد بوائے فرینڈ کی تلاش اور اس دن نہ ملنے پر منہ لٹکائے دکھی پھرنے کی بجائے نکلو مرد کی اس استحصالی دلدل سے۔ اب ہم سہیلیاں اس دن ملیں گی۔ سو اب 2010ء سے جیلنٹائن ڈے کے چاکلیٹی دل، گلاب کے پھول، پتیاں، کارڈ، کیک موم بتیاں چل پڑی ہیں۔ تجارت کاروں کو تو مال بیچنا ہے، سو یہ سطحی تجارتی جشن ہے میلوں کی دنیا میں...... جہاں مقصدِ زندگی ''کھا لے، پی لے، جی لے'' کے سوا کچھ نہیں۔ امریکہ دوستی میں ہم نے سارے سودے گھاٹے کے کیے ہیں۔ لنڈے کی حیا باختہ تہذیب کے ہاتھوں صرف رواں سال کے دو مہینوں میں خبر یہ ہے کہ ہماری 100 لڑکیاں عشق کے چکر میں گھروں سے بھاگ گئیں۔ والدین تھانوں کچہریوں میں رُل گئے۔ ساتھ ہی یہ خبر بھی تھی کہ پوش علاقوں میں فارم ہاؤسز، گیسٹ ہاؤسز میں ویلنٹائن ڈے منانے کے لیے ڈانس پارٹیوں، ولایتی شراب، آئس کوکین، ہیروئن، چرس کے انتظامات مکمل ہیں۔ یہ ہے ریاستِ مدینہ کا ایکسرے۔ جوانی ویلنٹائن کی نذر کر کے ملکی ترقی کی کونسی منزلیں سر ہوں گی؟ وزیراعظم نے اندریں حالات فرمایا: ''پاکستان ایک بار پھر معاشی طاقت بننے جا رہا ہے۔'' ساری دنیا سے سودی قرضے لے کر معاشی طاقت بننے کا فارمولا؟ یہ قرضے ملکی معیشت کو بے تمکین بیساکھیوں سے زیادہ کیا دیں گے؟ کوئی کل ہماری سیدھی نہیں۔ آگے آگے دیکھیے......!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

نالۂ ابلیس — 1 — ابلیس کی دُہائی

’ابلیس‘ کی فریاد کے عنوان سے یہ نظم خاصی دلچسپ ہے۔ یہ اشعار ہر انسان پر گزرنے والے حالات و واقعات کے صحیح ترین عکاس ہیں۔ قصۂ آدم d وابلیس قرآن مجید میں سات مرتبہ آیا ہے اور تصریف آیات کے اسلوب میں بیان کردہ حقائق نفسیات انسانی کی باریکیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ افعال واعمالِ انسانی کے محرکات کبھی شعوری ہوتے ہیں اور بسا اوقات تحت الشعور اور لاشعور میں مرتسم بعض رجحانات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ضمیر انسانی زندہ ہو تو یہ روشن ضمیری اور آئینہ ضمیری کی شان کا حامل ہوتا ہے اور ایسا صاحبِ حال شخص حقیقی انسان اور قابل رشک اخلاق و کردار کا مالک اور خالق ارض وسماء کی اعلیٰ شانِ خلاّقی کا چلتا پھرتا نمونہ ہوتا ہے۔ جبکہ ضمیرِ انسانی صرف ’نفس لوّامہ‘ کے مرتبے پر ہو تب بھی لائق تحسین ہے کہ یہ شخص کبھی جلد یا بدیر اپنی شخصیت کی گم گشتہ رعنائیوں اور جولانیوں کو پانے کی جدوجہد کرے گا اور مقصد حیات کو پالے گا اس لیے کہ یہی ’نفس لوّامہ‘ ہی قیامت کے دن محاسبہ کی بنیاد ہے اور اسی لیے انسان اپنے اعمال کی اچھائی/برائی کا آسمانی معیارِ حق (وحی آسمانی) پر DETAILED SCRUTINY کا پابند ہے اور اگر یہی ضمیرِ انسانی ’نفس امارہ‘ بن جائے اور اس سے بھی کہیں نیچے گر کر ’ختم قلوب‘ کی ’سرخ لکیر‘ کراس کر جائے تو ایسا شخص شکل سے انسان ہے مگر درحقیقت شرفِ انسانیت سے محروم ہو جاتا ہے اور جانوروں کی سطح تک گر جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالك۔ انسان کی طرح ’جن‘ بھی ایک جواب دہ مخلوق ہے مگر اس کے معیارات اور سعادت وشقاوت کی کیفیات انسان پر گزر نہیں سکتیں (انسان مرد ہے تو عورت کی حیثیت سے سوچ نہیں سکتا اور عورت ہے تو مرد کی کیفیات اپنے اوپر طاری نہیں کر سکتی) لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے حکم خداوندی سے سرتابی کے نتیجے میں ’لمحوں کی خطا‘ پر ’صدیوں کی سزا‘ راندۂ درگاہ ہو جانے کا نتیجہ سامنے آ گیا۔ ابلیس کے لفظی معنی ’انتہائی مایوس‘ ہونے کے ہیں وہ ابلیس ابھی زندہ ہے اور نسل انسانی کو گمراہ کرنے اور سجدہ کے لائق نہ ہونے کے ثبوت جمع کر رہا ہے۔ اس پر مزید یہ ہے انسان بھی بے ضمیر ہو کر ابلیس کا اہلکار، نمائندہ اور ’فرنٹ مین‘ بن جاتا ہے اور اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو بھی گمراہ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے (مِنَ الۡجِنَّةِ وَ النَّاسِ) انسانی سینوں میں وساوس پیدا کرتا ہے اور ’ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے‘ کے مصداق مصروف عمل رہتا ہے۔ اس مسلسل عمل (CHAIN REACTION) کا سلسلہ کائنات میں تاقیامت جاری ہے۔ اس نظم میں انہی کیفیات کی صحیح عکاسی کی گئی۔ ابلیس فریادی ہے کہ مسلمانوں کے زوال کے بعد صدیوں سے اس مغربی تہذیب کے دورِ عروج میں مجھے کوئی نامور مدمقابل دے تاکہ اس سے شکست کھا کر میں فخر کر سکوں۔

1 اے خداوندِ صواب و ناصواب — من شُدم از صحبتِ آدم خراب!

اے ارض وسما کے مالک خدا! تو (تمام) درست اور غیر درست (اعمال) کا مالک ہے۔ میں (اس جہان میں) آدم (اولادِ آدم d) کی صحبت اور 'INTERACTION' سے (پہلے سے بھی) بگڑتا جا رہا ہوں

2 ہیچ گہ از حکمِ مَن سر برنتافت — چشم از خود بست و خود را درنیافت!

وہ (ابن) آدم جو فقط تیری تسبیح و تقدیس کے لیے پیدا ہوا تھا! میرے ابلیسی ایجنڈے کے تقاضوں سے بھی سرتابی نہیں کرتا۔ اس نے خود احتسابی کی اپنی آنکھ بند کر لی ہے اور خود شناسی کی کبھی سعی نہیں کی؛ اس لیے اس میں سے کچھ حصہ نہیں پایا

1۔ اے کائنات کے پیدا کرنے والے خدا! تو نے ہی کائنات پیدا کی ہے اور تو ہی اب ہر قسم کے اعمال اور تغیر و تبدل کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ انسان نے حالیہ مغربی عروج کے دور میں صنعتی انقلاب اور کائنات کی تسخیر سے جو طاقت حاصل کی ہے اس کے نتیجے میں وہ اب تیرا اتنا باغی ہو گیا ہے اور تجھ سے اتنا سرکش ہو گیا ہے کہ میں بھی اپنے آپ کو اب اس کے سامنے بونا محسوس کرتا ہوں۔ نامعلوم حضرت انسان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اخلاق اور فطرت کی تمام حدود و قیود کو بھلا کر خدا بےزار اور وحی بےزار رویوں پر آ گیا ہے★ کہ اب میں بھی پہلے سے زیادہ تیرا سرکش اور باغی بن رہا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ اس ’آدم‘ کو سجدہ نہ کر کے میں نے بالکل ٹھیک کیا تھا۔

2۔ اے خدا! میں حیران و پریشان ہوں کہ جسے صرف تقدیس و تسبیح و عبادت سے فرصت نہیں ہونی چاہیے تھی وہ میرے اشاروں پر ناچ رہا ہے اور میرا ہر حکم تو کیا مشورہ بھی آگے بڑھ کر قبول کرتا ہے اور میری توقع سے بہت بڑھ کر میرے ساتھ وفاداری کا حق ادا کر رہا ہے۔ اس مغربی بالادستی کے دور میں انسان بگڑ کر خود احتسابی سے دور ہو گیا ہے اور خود شناسی کی سعی بھی ترک کر بیٹھا ہے۔

★ سیاست افرنگ

تری حریف ہے یارب سیاست افرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس!

علامہ اقبال

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.09

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore